

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

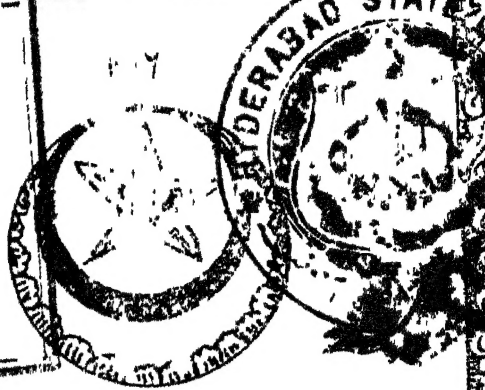
صحیفہ اُمّی ابرہہ بنی بظہیر یعنی الکلام من تصنیف شریف حضرت
تاج الکاملین امام العالیفہ عالیجناب مولانا محمد بظہیر شاہ صاحب
قادی جشتی رزاقی سلوک دامت برکاتہ



بامر ارتقاہ جناب قاری علی و المکملین ابی و ذہب کو کرمید چھانکارا می جناب افاضی
احمد رضا خان لکھنؤ سکندر و ذہب کو کرمید چھانکارا می جناب افاضی
اول النسخہ ارضی و سماوی

مطبع صاحب کتاب ہما مو کو فضل حسین
طبع شد

CHECKED 1905



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ستائش کروغین خداوند کی
وہ میرا خدا ہی خدا کے جہان
ستائش ہے زیبا اوسی پاک کو
بجلا سبجے کیا اونکار تبا کوئی
ستائش ہے شایان ایسی ذات کو
اگر سے وہ مجرم کو خلد برین
ستائش ہے زیبا اوسی فرد کو
نہ ہو اوس سے مایوس میں شغاک
ازل سے ابد تک اسی کا ہے راج
ستائش و فخری فرد کو قاضی ہے وہ
وہ زندہ ہے مالک مہلت پسند
جو مسندہ گراہہ اٹھ تار نا
عین اپنے خدا کی ستائش کروں
وہ شوکت ہی میری ہی شان ہے

گرہ کہو ناسپ جو ہر بند کی
وفا کیش و نفرت وہ ماسان
محض کیا جس نے اس خاک کو
ہو اکوئی ایسا نہ ہو گا کوئی
بنادے جو کعبہ خراست کو
کوئی روکنے والا ہر گمنین
کرے عین مرمان جو ہر درد کو
کہہ رہے یہ قادر ہے وہ ذاب خاک
اسی کی عنایت ہی شاہوں کا راج
کیا اُسے سچوں کا رتبہ بلند
جو سرکش تھے اونکو گناہار نا
اسی کا مین ذکر نوادش کروں
میری آن ہر وہ میری جان ہے

میں زیاد کرنا ہوں سنا ہے وہ
 وہ معبود برحق ہے قدوس ہے
 خداوند عالم خدا کے غیور
 کسی کا وہاں جھوٹ چلتا نہیں
 اگر میں ہوں غافل وہ رحمان ہے
 میں چوں کہ تو وہ خود نظر پوری
 وہ خاصوں کو دیتا ہے اپنے اوب
 ستائش کرو نہیں اسی پاک کی
 کہانٹک بڑھیکے مخالف مرے
 جو بڑھنے ہیں بجا گناہاں ہے وہ
 ستائش کریں ہم خدا کی بہت
 ہمارا خدا قادر ہے بیستار
 خدائش گنی دے جو اعمال کی
 مرا شکا ہے وہ میری پناہ
 وہ بازو ہے میرا راز و بہت
 وہ حاکم ہے میرا وہ میرا گواہ
 غائب ہے جب کام لیتا ہے وہ
 وہ دل ہے مرا دعا ہے مرا
 وہ میری دعا ہے وہی ہر کلام
 و فور گنہ سے گرا ہمارا ہر دن
 بدی کی مری انتہا ہی نہیں
 خدا کے صوافر وہ دس چوں کہ
 وہ راضی رہی ہر گم ہم ستمگن

کہ سچوں کو چوں کہ چننا ہے وہ
 بہت اپنے بندوں کا دوس ہے
 ہے مغرور سے انکی تحت غفور
 بناوٹ سے مطلب کتا نہیں
 محافظ میرا گھسبان ہے
 وہ میرا خدا ہے سسر ہے مری
 نہیں ہم یہ کوئی طابے سبب
 جو بیٹھا ہے کرسی یہ افلاک کی
 خدا صدق دل سے ہر وقت ہر
 جو بنے ہیں انکو مٹاتا ہے وہ
 کہ حاجت ہیں دعا کی بہت
 اسی کو گریا گھٹن ڈاؤر ناز
 خبرے غائب سے بد حال کی
 مری تنہا ہے وہ میری سپاہ
 وہ میرا خبر ہے مرا شور ہے
 وہ ہوا ہے پیل وہ میرا کہ
 میں حسن اور اکو دیتا ہے وہ
 وہ میرا خدا ہے خدا ہے میرا
 اسی پر کھل ہے میرا دم
 میں اپنے خدا کا گناہ ہر دن
 کوئی کام اچھا کیا ہی نہیں
 اگر کچھ ہے وہ تو مان ہے کون
 ہمارا وہ حامی ہے ہر مائدن

یہ روشہ ہو کہ سے نام کو کام کو
نہ ذکر و علم سبب ہم ماضی رہے
سوئے خیر و خلو و پادشایت کو سے

کہ دون جان تازہ میں سلام کو
نظام دکن سے بھی راضی رہے
جو مالکین میں وہ عنایت کو سے

جن سالگرہ امیر اسلام بنگال عالی حضور نظام خلد ملکہ و سلطنت

کہاں تواسے ساقی راج روح
چہلکنا ہوا کہ وہ جام شراب
ہوں گو تازہ وار و نہیں کوئی نہ
چہکنا نہیں کیوں تو بہم مجھے
کوئی بات مستی سے خالی نہیں
ازل سے ہر گو بارہ نوشے شمار
کہیں خمے کے میں چڑا تا نہیں
مری نظر کے کا خبر و دستہ
پلا جام احلاس بی اشتباہ
میں گو سب سے بدتر ہوں خوب
شب و روز دین ہر اسی کام کی
غلو سے سحر لکھوں مدح شاہ
نہ کہ استوای ساقی ارجمند
یہ شاہ دکن بدرستہ دستان
مرم میں مدیتے میں انجنا وین
کہیں بہتر بلے میں ارباب دین
مشائخ فقیر اہل علم و سحر
سلاطین کو اس سے جاری نہیں

بنا ساغر دل کو میں الفتوح
کہ پیدا ہو پر میں جوش شباب
ادب پر ہی کوئی جام مستور ہی خیر
سمجھتا نہیں کیا تو مجھ مجھے
طبیعت کے لانا بالی نہیں
میں بدست ہوتا نہیں زینہار
مگر نشہ میں بڑا تا نہیں
ترا حوصلہ دیکھتا ہے مجھے
و نام پر میری نہ کہ تو نگاہ
دعا گوئی اقبال محبوب سون
کہ اس میں حیت ہے اسلام کی
کہ ہر فطرت افاد حبیب گواہ
طبیعت ہر مدح کے حق پسند
شب و روز اسلام کا پاسان
دعا گو میں سب آگے یاد میں
وہ اس خوان لغت کی ہن زین چمن
نہ اردن اسی در میں بہرہ و
پالیسی کہیں حیرت جاری نہیں

نجاست میں شیر و شیر دل
 خداوند عالم کا یہ حق شناس
 خودی یا لکھا طامن و تو نہیں
 بزرگان دین سے سارو بار
 کریم و جوانمزد و روشن خیال
 نظم ہے بسیط اسکی ہر ازین
 لکھو کیا کوئی آپکا وصف تمام
 یہ جشن مبارک یہ بزم سرور
 یہ محفل یہ عشرت کا سب کار و بار
 برس نینوا ان ہی جو سال ہوا
 زیادہ یونہیں عمر محبوب ہو
 گئے اسطرح قادریہ ذوالجلال
 لیکن کچھ میں فرست نہیں سقا
 الہی یہ محبوب عالی مقام
 عطا کردہ دار سیر و وزیر
 ہر اک چشم بد سے بچانا سے
 یہ شیر اسکے دل سے ہی خواہ ہو
 الہی اسے حسن و شیر و سے
 ہر اک غم میں اپنے ہو کامیاب
 مدام اسیدہ انعام باری رہے
 لے صدق گو بکر و شان عمر
 لے علم عثمان و زور و علم
 غرض ہر عمل اسکا مرغوب ہو

سخاوت میں حاتم صفت میل
 شب و روز سرگرم حمد و سپاس
 کیسا نگر اسیت اور نہیں
 ادب اسکی طینت میں لہن مینا
 جمیل و خردمند و صاحب جلال
 غرض فرد ہے انہی انداز میں
 کہ محبوب خالق نے بخشا ہر نام
 برتا ہے اسلام کا حسہ نور
 ہر اوٹیشوین سال کا یادگار
 یہ مطلب کہ یہ ماہ کامل ہوا
 کہ ہر سال اگر وہ محبوب ہو
 برس تین سو ساٹھ کا ایک سال
 دعا پر کروں نظم کو مخفی
 رہے پیر و شیخ خیر الانام
 نہ دوام اہل غرض میں اسیر
 حکمہ نگہ میں دی زمانا سے
 رفیق اسکے سارے حق آگاہ ہو
 جو محبوب ہو جگہ وہ چیز
 رہیں اسکے فتح و طغی و کرب
 خلائی میں فیض اسکا جاری رہے
 لے عیش جاوید و عمر خضر
 لے گنج اقبال و عشق نبی
 مرا شاہ عالم کا محبوب ہو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
 هدانا لهذا
 الذي كنا لنهتدي لَه
 وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ
 لَفَاسَدَ الْعَالَمُونَ
 اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
 عَلَى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ
 وَعَلَى آلِهِ وَارْحَمِهِمْ



حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

بلا ساقا مکت حق کا جام کہ شانِ محبت ہی حسنِ ظنا
 وہی جسکے تشہیر میں وہ نور کہ مرادِ محبت سے سمو ہوا
 اراؤں میں کب تک کہ کونسی ایلیہ کو سیلہ بنے عشق پاک
 سرم کی ہوس میں ہنودیر کی نہ طاعت کر بخین کسی غیبا
 کہا ہے میں اس رخاؤں کو کہ ملتی ہے جواہلِ خلاص کو
 و منصرفِ ملت تانہ گمراہ ہوں میں ہر دم موید میں اللہ جل
 جس کے صف میں ہر دم مجھے غرض یہ کہ مجھ کو کہی مجھ کو
 امین

ظہور

بلا اساقیا باد بے خوف و بیم
 اسی سے کو تو راج طہر بنا
 بڑھا طرف کردی مجھے منظم
 شفق میں سر بام چرخ کہن
 سیردن کو جانے لگے دلیور
 سنہری ہوئیں محض کی چادرین
 کٹے ہیں وہ کو ٹھون پلیدیا بن
 افق کی طرف غور سے بار بار
 چڑھتے تھے فضیون چو اہل صوم
 مبارک ہو اے طالبانِ مصل
 پسند کر ہوئے شاد پر جوان
 میرے نو ہوا جہلوہ گرد ہرین
 سلامی کی آواز آنے لگی
 ہے افطار کی ہر طرف ہجوم دہم
 ہوا اللہ مست و علی کریم
 اسی حجام کو محض کو ثربنا
 کہہ دئیے علی کل شئی قدیر
 اسی جگمگاتی ہے کچھ کچھ کرن
 اندھیرا بھی چھانے لگا دودھ
 وہ اڑنے لگیں ہر چرچا درین
 لگائے ہوئے آنکھ پر دوبرین
 نظر کر رہا ہے ہر اک روزہ دا
 بکاردی خلاق کو وہ مختصر قوم
 دکھاتا ہر وہ تیغ ابرو ہلال
 سرت کا ہر سمت چھایا سان
 وہ بچے لگیں نو بتین شہرین
 شہانے کی دھن کیا جھاگلی
 اذانوں سے گریخ ادھی استی تمام

مہر نو کی خاطر نہتہ ترک
 دکانوں پہ وہ لمپ جلنے لگے
 مہر نو کی کشتی پہ ہو کر سوار
 نیشہ سے فارغ ہو کر پاکباز
 مسجد سے گھر کو چلے خاص و عام
 وہ چھوٹے مکان پر صغار و کبار
 علی قدر حیثیت اہل دول
 سجا خوب بہر قہر حثیت نشان
 پیرا تنے میں ہر سو ہوئی یہ پیکر
 دم صبح حاضر ہوں برناؤ میر
 محل ہی جو دیوان خاص است
 اسی میں وہ سلطان عالی مقام
 سادہ نے جو وقت دی یہ نما
 یہاں ہی نزدیک تراک مقام
 دیوان رہتے ہیں سدا اہل فاما
 بچائے رہا سرخ طلس فلک
 ستارے بھی دواک ٹھکنے لگے
 اترنے لگی شام ظلم کے پا
 اٹھانے لگا چرخ بھی جاننا ز
 رہہ نو نے جبکہ کہ کیا وہ سلام
 وہ کچانی کے فارغ ہوئے روزہ
 سجانے لگے اپنے اپنے محل
 کبنا کعبہ حنیہ رشک چنان
 رہو اپنے سامان سے ہوشیار
 حضور شہنشاہ مہر
 دیوان میر فطرت کا ہی بندہ
 کر لگا سویرے سے دربار عام
 خوشی کا پڑا شہر میں غلغلہ
 کہ جبکہ دیار محبت ہے نام
 بنین جاتا کوئی نام ریا

مقامِ طرب قلعہ و شہر بھی
عجب سرزمین رشکِ باغ ارم
اُسی ملکِ خوبی کا یکتا امیر
وہ محبوبِ اہل جمال و جلال
وہ سرکردہ اہل صدق و یقین
وہ مدوحِ اربا فضیل و کمال
تتشق کی مشق و سکوہِ صبح و شام
جہان مل گیا کوئی عاشقِ مزاج
اُسی کی تو اضع اُسی سے کلام
وہ اقبال و دولت کار و شہنشاہ
وہ عالی گھر مالکِ تخت و تاج
وہ دایم کو باب الفرج و قریب
اُسے راہ دیتے ہیں اہل صلاح
یہاں سے روانہ ہوں بچلے پھر
یہ شکرِ خواہد احوافِ دل بنظیر

وہاں کا ہر دار الخلافت و ہی
کہ کھاتی ہے زہت اُسی کی قسم
کہ ہے عشقِ بازی میں وہ بنظیر
وہ مطلوبِ اہل کمال و ہمال
وہ سرمایہٴ فخرِ اصحابِ دین
ہر اک علم و فن میں عظیم الشان
شب و روز مہر و محبت سے کام
تو سمجھا اُسے فرقِ صحبت کا تاج
اُسی کی ملاقات و خدمت مدام
جسے صرصرِ رخ و غم سے فراغ
یہاں سیر کرنے کو آیا تھا آج
فروکش ہی وہ خسرو خوش نصیب
کہ عید آگئی ہے۔ اسی میں فلاح
سحر ہوتے ہی تا پہنچ جائیں گھر
کہ دیکھن گے ہم نرمِ محرمِ منیر

کہ پھلے دو گلے سے دربار ہے

خدا جانے کیا اس میں اسرار ہے

حضور

اَلَمْ اَنْتَ نُورٌ مُّسْتَبِينٌ
کِتَابٌ قَدِيمٌ وَلَا رَیْبَ فِیْهِ
حَمَلْتُ ظُلُومًا وَاِنِیْ اَمِیْنٌ
تَجَلّی حُجَّتْ هُوَیْ اَشْکَا
چراغِ سحرِ مٹانے لگے
ہمٹے خوابِ گاہوں سے اہل ہوس
نزولِ صفا کا وہ پیارا سامان
شعاعوں سے وہ شادیاں نیکے زیب
کہ لے کر رہی ہر اثر جان پر
ستاروں کو وحشت سی ہو لگی
ہر نہ ہو گیا نشہِ خواب بھی
روانی دکھانے لگی موجِ آب
وہ شاخون پہ چڑیاں چمکنے لگیں

پلاسے کہ صدقتِ فی کلّ حلین
چھکاوے کہ بیشک ہر توایہِ وحیہ
ہنہیں مستی عشقِ بارائے حسین
بسر ہو گئی نوشہِ انتظار
نجومِ فلک جھلکانے لگے
قریب آگئی صبحِ روشنِ نفیس
وہ ٹھنڈی ہوا اور تار و کی چھان
وہ شہنائیں سوہنی کی ہر جہِ نفیس
کہنے کس لنڈول نہ ہر تان پر
شریلی صدا ہوش کہو فرنگی
بھری آہوئے شب نے بھی پوری
عیان ہو گیا فرقِ بحر و سراب
وہ بوٹوں میں کلیان چلے گئے

وہ شبنم نے چھڑکا چمن پر گلاب
 نسیم سحر گل کھلا نے لگی
 حسین ماتہ منھ اٹھکے دہونے لگے
 چلے ہندہ اشنان کو سو گنگ
 وہ پو پھٹکے والصبح پڑہنے لگی
 پڑی تھے جو پڑ مردہ طفل نبات
 صنیا آسمان اترنے لگی
 اٹھا ہر طرف شور مرغ سر
 وہ اللہ اکبر کی آلی صدا
 وہ سب اول وقت پڑ ہر نماز
 وہ مینا بھاری وہ کا کا تو
 عنادل گلستان میں گانے لگے
 ہوئی آسمان پر وہ سرخی نمود
 شمعین دکھانے لگیں و جھلک
 شفق میں بسنتی کرن صوفشان

نر بجائے تاکوئی سر گرم خواب
 فضاے چمن رنگ لائے لگی
 معافی کے سامان ہونے لگے
 وہ بچے کلیسا میں اہل رنگ
 صفا و مہدم اور بڑہنے لگی
 ہوا شیر صبح او نکو آپ حیات
 نظر دور تک کام کرنے لگی
 پڑی چو نفتا صبح پر
 نہاد ہو کے مسجد چلے پار سا
 ہوئے ٹھو تر تہل با سوز و سا
 ہوئے آگے شان زن پہ نغمہ سرا
 طیور سجہ ردل بھانے لگے
 بنا کان شجرہ سپر رخ کبود
 ہوئی زعفرانی بساطِ فلک
 گلے ل رہی ہے بہار و خزان

پھاڑوئی چوٹی سنہری ہوئی
 برسے لگا ہر طرف آب زر
 وہ چمکا سر تخت مہر منیر
 روانہ ہوئے لوگ باگرو سر
 پڑا سب نے اس شاد دین پرورد
 کہ اسے صدر دیوانہ القضا
 کہ تا آرمین یہ اپنا نصیب
 مخاطب ہوا سو ہر خاص عام
 بہت دن رہتا ہے غرت گزن
 سمجھتا ہے کل دہر کو یوں
 وہ بندے میں تنہا کسی بات کے
 تو اپنا جمال آپ دیکھا کیا
 ضروری ہے صورت کو آئینہ بھی
 تماشہ گہر حسن صنعت بنے
 صفا چاہئے آئینے کو ضرور

وہ زروئی دُری اور گہری ہوئی
 مطلقاً سوا گنبد ہر شجر
 جھپکنے لگی چشم برناو سپر
 سوئے بزم شاہ شہر دادگر
 ادا کر کے رسم رکوع و سجود
 ہو احرف زن شاہ منہر لغا
 سنا انکو وہ ماجرا عجیب
 اٹھا حکم پاتے ہی وہ نیک نام
 الا یہاں القوم یہ شاہ دین
 ہوا ہے خدا جانے کیا تجربا
 جو عاشق ہوں جن و کمالات کے
 کسی کو بھی دیکھا نہ جیسے ریا
 مگر خود نمائی نے یہ عرض کی
 جو آئینہ ہو خوبصورت بنے
 کہ بے ریا ہو وہ مردِ غیور

طبیعت میں محبوبیت کی خوش
 اُسے کھینچیں گولا کھلا بل نیاز
 غرض ہو نہ او سکود بدونیکے
 اسی واسطے کر کے اتنا سفر
 نہ رہی جاسے تا بندہ کچھ درمیان
 وہ رکھا ہے جو بار نہ ضرور وفا
 یہ ہے حکم جا کر اٹھو اُسے
 تحمل جسے ہو گا اس پر بار کا
 غرض باری باری ہر اک پہلو
 تحکے زور کر کے وہ سب نامدا
 جو ان پہلو انون کا دیکھا یہ حال
 بلا کر یہ اقبال سے پھر کہا
 کہ حکم ازل ہے یہ کس کے لئے
 یہ کی غرض اُسے کہ عالم میں آپ
 جو او سر تخت چاہا کیا ہے ریا

کہ تا شکل اسے نظر ہو ہو
 مگر وہ نہ چھوڑے رہ وہ رسم نام
 ملے دونوں عالم میں وہ ایک
 ہوا شاہ اس شہر میں جلوہ گر
 نکالی ہے یہ صورت امتحان
 نہ معلوم اس میں امانت ہو کیا
 اٹھا کر مرے پاس لاؤ اُسے
 بنے گا وہی آئینہ یار کا
 اٹھانے لگا جا کے بار گران
 نہ اٹھا کسی سے مگر زمین بار
 ہوا شاہ دین کو نہایت ملال
 ابھی جا کے دفتر میں تو دیکھا
 کسی حق نے یہ جو ہر اس دن دے
 دو عالم ہیں محکوم حاکم ہیں آپ
 جواب چاہئے کیجئے بر ملا

ہے جملہ بد و نیک چرخستیار
 بفرمودہ شاہِ عالمی مقام
 دیارِ محبت میں ہے اک جوان
 سراپہ وفا عاشقِ منیظیر
 مقامِ طرب کا ہے وہ بادشاہ
 سنا ہے کہ وہ خسرو خوش غل
 ہوا حکمِ آخر کوئی نوجوان
 سنا یہ تو پیکِ طلب زد و تر
 پہنچ کر بزرگِ بھارِ چمن
 تری دید کا مہرِ شتاق ہے
 زبے تیری قسمت جو اے منیظیر
 یہ سنکر اٹھا وہ بھارِ شباب
 مگر اہل دنیا و عذاب
 کہا متفق ہو کے سب نے حضور
 دیا حکمِ شہ ہے کہ جہاں بھی

کہ ہیں آپ شانِ خداوندگار
 ابھی دیکھ کر آ رہا ہے غلام
 دنیا بخش چشم و دل مقبلان
 ازل سے محبت کا تیری سر
 اٹھایا گا اے کو وہی رشک ماہ
 سوے کعبہ خیر آیا ہے کل
 اسی دم روانہ ہو باغ و شان
 ہوا گیم رویشلِ برقِ نظر
 کہا خوش ہواے منیظیرِ زمین
 جو ہر بات میں فخرِ آفاق ہے
 تو ہواستان بوسِ مہرِ منیر
 یہ چاہا کہ ساتھی بھی ہوں ہمکاب
 ہر اک کام میں حیلہ پر دازین
 مقامِ طرب کو ہے چاہا فرو
 مرے سامنے اب نہ آؤ کبھی

| | |
|----------------------------|------------------------------|
| مگر اس میں ہیں چند ہزار غم | کہ رکھتے تھے ہر وقت وہ انصاف |
| انہیں کی طرف کر کے آخر خطا | ہو احرف زن یوں بچم پر آب |

سیسی

| | |
|-------------------------------|--------------------------------|
| ارسی تکیسی تو کھان جائیگی | مجھے چھوڑ کر سخت پچاسے گی |
| تری ہر ادا مجھ کو مرغوب ہے | کہ تو با عشق وصل محبوب ہے |
| نثار غم و حسرت یار ہوں | انہیں باتوں کا میں خیر لید ہوں |
| ترے ساتھ سے منہ نہ موڑو گلین | تو چھوڑ بھی لیکن نہ چھوڑو گلین |
| نہ چھوڑی کسی دم رفاقت مری | ہمیشہ رہی پیش خدمت مری |
| جو دین آئے اچھو تو جاتی ہی تو | رقیبوں کے جھانے میں آتی ہی تو |
| نہ دل سے بھلا تو مری چاہ کو | ارسی منہ دکھانا ہے اللہ کو |
| حضور میں ادسکی جو دم لوں گا | تجھی کو وہاں نذر بس لوں گا |
| مری آبرو تو مری جان ہے | مرا فخر ہے تو میری شان ہے |
| نہ آتا تھا جو وہ سکھایا مجھے | سبق عاجزی کا پڑایا مجھے |
| دلانی سوئے صبر غبت مجھے | کیا ناز بردار حسرت مجھے |
| نہ سر کی کوئی لفظ تو پاس سے | ملایا گلے غربت و یاس سے |

| | |
|---|--|
| <p>مجھے چھوڑ کر جا سگی اب کہاں ملاو دن ابھی تجھ کو امڈ سے</p> | <p>رہی آج تک مجھ پہ تو مہربان مرا ساتھ دے جاو سی چاہے</p> |
| <p>درد و دل</p> | |
| <p>ذرا اور پھلو سے ہو متصل بتا تو یہ اوٹھ کر چلا کس طرف بڑی خدمتیں کین ہیں تیری مرے ساتھ چل تو بھی دربا میں</p> | <p>یہ کیسی کمی دیکھ اور درد و دل کبھی اس طرف تھا کبھی اس طرف مرے دل پہ ہر نقش بہت تیری کرونگا تجھے پیش سرکار میں</p> |
| <p>سوزِ غمان</p> | |
| <p>یہ کیا سوزِ مہری ہے کہ تو بھلا تجھے دل میں رکھا ہے جان کی طرح دل زار کو تو بھلا اور آج</p> | <p>ذرا اور سوزِ غمان دل جلا نکالی یہ تو نے کہاں کی طرح نہ چھوڑوں گا تجھ کو کسی طور آج</p> |
| <p>مصیبت</p> | |
| <p>رہی مدتوں تو مری ہمسفر ذری دیر کو دم چراتی ہے تو ذری چل کہیں تک مرے ساتھ آج</p> | <p>مصیبت ذری دیر تو صبر کر جو منزل پہ آیا تو جاتی ہے تو گمراہان سے تیرا میرے ساتھ آج</p> |

بناؤ لگا تجھ کو میں اپنا لباس ہے جانا مجھے ایک سلطان کیچاں

غَمِ حُجْر

یہ سب درکنار ای غمِ حُجْر آ کہ تو ان مصائب کیے پیشوا
تو مجھ کو گرامی تر از جان رہا کہ تیرے ہی دم سے یہ سامان ہا

سامان

ہر اول ہے نالہ علمدار آہ فغان کو س زین آرزو گردِ آ

سپاس

دل و جان ہے اوسکے ہزاروں سیر کہ جسے کرم یہ کیا بقیاس
ویا اور جو دے سب احسان ہے کہ میں اوسکا سندہ ہے سلطان
وہ ہی کون غم جس میں لذت نہیں میں خوش ہوں سی میں شکی نہیں
لہ الحمد اسی سازِ سامان سے کسی در پہ جاتا ہوں میں ثبات
نظر آئی اک بزمِ آراستہ برنگِ عروسانِ نوخاستہ
ادب و سکادربانِ محافظِ جلال اڑے جس سے کٹر کے مرغِ خیال
وہ ان فطرۃ اللہ صد کسیر مگر کرم عدلِ قدرتِ وزیر
وہ ان کترین چاکر اقبالِ وجاہ ہر اک امر کا منتظم غمِ شاہ

بے زو شکمین سخت ناز
 بے زو تہ و تہیج و تقدیر و شکر
 گرا خاک پر جسے منطیر
 بہ آہستگی حسن انداز سے
 ننگا کر ملا عطیہ قدس کیا
 ننگا یا بہت عقل کا نلخا
 لگا یا گلہ ہر پیار سے
 کہا اُس سے اے میہان عزیز
 ہو اگر مئی راہ سے کیا یہ حال
 وہ بولا کہ شاید یہی ہو سبب
 ہوا مضطر **محب** بر عالی وقا
 قسم دیکے پوچھا وہ بے ترانہ
 مجھے جب سے اس لاگ کا خیال
 اسی سے خیالی محبت رہی
 مگر دل سے کہتا تھا میں بار بار

وہ میٹھا ہے شاہنشاہ بے نیاز
 ہوا باوہ شوق سے غرقِ شکر
 اٹھا خود اٹھانے کو ہر پیر
 بٹھایا او سے گود میں ناز سے
 کہہ سکتے سے فارغ ہو وہ گلزار
 نہ تدبیر کا کچھ اثر جب ہوا
 غشی میٹ گئی ہوئی دلدار سے
 مرے یوسفِ مصر و جان عزیز
 ہوئی خود بخود جو طبیعت نڈھال
 یہ تہلائے کیوں کیا ہر طلب
 کہ شاید نہین قاتل اعتبار
 تو کہنے لگا وہ سراپا نیاز
 میں دیکھا کیا خواب میں یہ حال
 زمانے کی صورت سے نفرت ہی
 تو اس شکلِ مہمی یہ کیوں ہر شمار

تصور ہی یہ کوئی صورت نہیں
 پسند آگئی ہر جو شکل اکیبار
 شکین خوب سمجھ کے عقل و تہنہ
 یہ در پردہ اپنا اثر کر گیا
 زبان پر فغان تھی نہ فیراد تھی
 عجب و سکی قدرت عجب اسکی شان
 نہ کیوں لوٹ جا دل نا بصور
 مقدر نے یہ دن دکھایا مجھے
 میں بخود تھا لائے مجھ ہوشیوں
 کروں کس زبان سے ادا کیاں
 میں ناچیز ہوں ایک دنے بشر
 بہر حال اسے شاہ گردن فل
 کہ جو کچھ کہیں گے کر او بیچ گے آپ
 کہا مجھ سے ایک بار گران
 یہ سنکر اٹھا چوم کر دست شاہ

نہ اتنا کسنی ہر نہ دیکھی کہیں
 وہی رہتی ہی وہاں ہمہ سہ دو چار
 مگر عشق صادق کی کچھ اور چیز
 مے شوق سے جام دل پھیر
 مگر آرزو تھی کہ جلا دیتی
 کہ ہوں آج اسی شکل کامیاباں
 کہ اک دہم کا ہو یہ کامل ظہور
 کہ آج آپ نے خود بلایا مجھ
 جگہ دی مجھ کو اپنی آغوش میں
 کہ بندے پہ یہ رحمت یقیاس
 مگر تکیہ حضرت کے افضال
 جو کہے کروں اب بصدق نیاز
 مجھے اسکے قابل بنا لینگے آپ
 وہ رکھا ہے جا کر اٹھالایاں
 ہوئی دست بوسی نطفہ پر گواہ

پہنچ کر قریب اسکے وہ کامرا
 کہایا الہی قوتی القدر
 خدا یا تری ماہیت تو ہی کیا
 کریم اور ہر وقت میرا رفیق
 میں کیا مانگوں دیتا ہی تو مجھے طلب
 تجھے مانگوں تو یہ نہیں منہ مرا
 اِذَا دَاعَ دَاعِي فَانْتَ الْقَرِيبُ
 ہو کچھ کام کیا مجھے ناکام سے
 میری تاب کیا جو اٹھاؤں یا رہ
 تو چاہے تو کل جزو ہو جزو کل
 غرض میں نے تاب خود کو سو بپا تجھ
 محمدؐ سا ہم کو دیا دستگیر
 یہ کہہ کر اٹھا یا وہ بارِ گران
 سیرِ دوش رکھ کر اسی مدظل
 اُسے کھول کر شاوگردِ حسن

فخطب ہوا سوئے رب جہاں
 تو ان بخش ہر ناتوان حقیر
 نہ جانا کسی نے بھی تیرے سوا
 تو مجھے زیادہ ہی مجھ پر شفیق
 نہ مانگوں جو کچھ تو ہے ترکِ ادب
 نہ طاقت کہ ہو کر رہوں میں ترا
 وَمَنْ جَاعَ بِالْصِّدْقِ اِنَّكَ مُجِيبُ
 پہ اُمید ہی تیرے اکرام سے
 مگر تو ہے قادرِ خداوندگار
 اسے لچلون ماتہ پر شکل گل
 آج جانے ترا کام کیا غم مجھے
 و انت علی کل شیءٍ قَدِيرُ
 ہوا غل کہ اُسنست ای نوجوان
 ہوا جا کے پا بوسِ محسن
 یہ بولا کہ دیکھ لہ سین ہی کیا رقم

| | |
|---|--|
| نوشہ تہہ را میں جو انازین پڑھالیکے اوسکو بصدقہ اٹھائے یہ بارگران جو کوئی کہا اُسے اس میں بنیں کچھ طول کیا نہ ہرے جو ان جری ابد تک تجھے اے سہرا مال | اُسی عہد نامہ کا تو ہے امین لکھا تھا کہ اے عاشق رویار محبت نہ رکھ کسی غیر کی خوشی سے ہر یہ شرط مجھ کو تیل تھی اس بار میں بس امانت یہی سبارک ہو یہ دولت لازوال |
|---|--|

عید گاہ

| | |
|--|--|
| کہاں ہر تو اے ساتھی می فروش مے وصلِ جانانِ دیو بھر کے جام زمانے میں تارے گساری رہے چڑھا دین کرن چلبلائی لگی لگی راست ہوشماون کی صف کسند شعاعی پکڑ کر شتاب چلے بنیظیر اور محسن مسلمان بھی شہر کے خاتمِ عام | وہ مے دے نہ غم کا رہی کچھ ہوش کہ خالی ہوتا شیشہ رنگ نام ترے مست کا دُور جاری رہے کڑی دہوپ تیزی دکھا دی لگی اقامت کی ٹھری غرض ہر طرف سربام وہ چڑھ گیا آفتاب ہوا ساتھ اون کے گروہ کشیدہ فراہم ہوئے عید گاہ میں تمام |
|--|--|

| | |
|-----------------------------|--------------------------------|
| دو گانے سے بھی کو فرغت ہوئی | ہو دیا راست صفحہ وہ افاقہ ہوئی |
| پکارا سیرج و خطبہ خوان | دعا پڑھ چکے ساری پیرو جان |

خطبہ

| | |
|---|--|
| <p>ظہیر لَنَا اَنْتَ فِی کُلِّ حَالٍ کسی جاہلین اور پھر سب کہیں مگر حاصلِ نطقِ ہر بات میں ہر تیری ہی جو یانِ نظر ہر طرف تو معبودِ برحق غفور الرحیم دمِ یاسِ مظلوم کا دادِ رس اگر تو بنا ہے نباہین سبھی کہ انسان کو نبی شاہِ جن و جمال زمین پر شجر ہو شجرِ مینِ شمر کہ پہچان ہو ایک کی ایک سے دیکھتا ہے آئینہ قدرت کا صفا تری عینِ حکمت کا ہر نقصا</p> | <p>لَا اَحْسَنُ مِنْ یَا اَیُّهَا الْجَلال تو موجود ہر شے میں پھر کہ نہیں صفت میں نہ پنہان نہ تو ذیہ بریں ششِ حجت مگر ہر طرف تو شمار و نثار و فرد و سلیم غریبوں کا آفت میں فیاد رس جسے چاہے تو اسکو چاہیں سبھی ترا شکر اے صانعِ بالکمال دیا ایک ہی تحنہ کو یہ اثر بھرے دو نونِ عالم بد و نیک یہ الوان و اوضاع کا اختلاف شب و روز پھر نامہ و مہر کا</p> |
|---|--|

جداگانہ اشکال کی ہستیتین
 نئی روح چھونکی ہر اک چہرہ میں
 محبت سے روشن کیا جان
 بہائم کو پابند سیرت کیا
 ترقی کا ہم کو دیا اختیار
 ہر اک مصلحت میں ہر نفع عظیم
 پھر اسپر بھی کین تو فوہ جہتین
 ہدایت کی خاطر سو خاص عام
 ہر اک قوم کو ایک رہبر دیا
 وہ جلوہ نہ کیوں پھیلے دہسین
 وہ محمود و حمید رسول کریم
 وہ شمع دو عالم وہ نور ہدی
 رہ راست انہوں نے دکھائی
 پہولی آپ رحمت سہا و خلق
 بتایا جہان کو محمد کا نام

تری صنیع کامل کی ہین صنعتین
 رہیں تاکہ محصور تیسرین
 کیا اثرش الخلق انسان کو
 بشر کو دیا فطرتی حوصلہ
 رہے رحمت اسی خداوند گار
 فَلَا رَيْبَ اَنْتَ الْغَفُورُ الْكَرِيمُ
 جنہیں دیکھتے ہو گئیں تین
 روانہ کئے اہل کرام
 محمد سامیہ کو پیہ دیا
 خدا جانتا کون کس جہس میں
 وہ عین محبت وہ عین النعم
 وہ مقصود کون و مکان مصطفیٰ
 برائی بھلائی بتائی بہین
 کہ تھی تشنہ کامی سے بتیا خلق
 کیا آکے خود و ہر کا انتظام

ترقی کی راہیں بتائیں بہن
 دکھائی بہن صورتِ اتفاق
 اولوالعزم و ذی جاہ و عالی نعم
 وہ سرمایہ نازِ ملکِ عرب
 وہ تاجِ سیادتِ حبیبِ خدا
 جمیل ایسے محبوبِ پروردگار
 وہ ہر قوم و ملت کے مصلح شفیق
 مریضوں کے رات دن کے تیمار دار
 خدا کے وہ پیارے بشیر و نذیر
 عدیم الطیر و عدیم المثال
 وہ قہرِ نبوت کے چار و ستون
 خلافت کی زینتِ امامتِ کوز
 وہ نفسِ نبیؐ اور ہر دم شہر
 دل و جانِ زہرا علیہا السلام
 وہ محبوبِ حق تھے یہ نورِ خدا

تمدن کی شکلیں دکھائیں بہن
 مٹا کر وہ اگلے رسومِ نفاق
 وہ فخرِ عرب و تختِ عجم
 وہ ختمِ الرسلؐ شاہِ امتی لقب
 وہ عالی نسب سید الانبیاء
 جلیل اس قدر وہ کہ رفقِ سوا
 وہ امت کے عاشقِ فریقِ طلاق
 یتیموں کے غمخوار بکس کے یار
 امیر و مساکین کے سچے ظہیر
 وہ فرمانِ وہ ملکِ عروجِ جلال
 انھیں کے رفیقِ اور وجہِ سکون
 وہ پیارے کے پیارے و جانِ بخش
 وہ عالم کے سلطانِ چاروں زائر
 گیا دور یہ بھی تو اے امام
 نہ تھے کوئی ذاتِ نبیؐ سے جدا

جو انانِ حُبّت کے سوار وہ
 ہوئے اُنہیں فی الجملہ بارہ امام
 وہی نور ہوتا ہوا منتقل
 نبی کے وہ پیار خدا کے حبیب
 امامت کو گلشن کو تازہ نہال
 وہ در بڑھ کے کعبہ سر تو قیام
 وہ خاک اہل باطن کی آنکھوں کا نور
 جمال انکی صورت پہ ہر خم شاد
 علیؑ کے وہ تخت جگر نور عین
 کرین پھر نہ کیوں وہ دو عالم کو
 کسی پر اگر اک نظر ڈال دین
 کہاں اب کوئی ایسا روشن باغ
 محمدؐ کے پیارے وہ جانِ تہل
 وہ ان بادشاہوں کا ہو کیا گزر
 وہ شانِ علائکے کیا فہم میں

خدا کی خدائی کے مختار وہ
 رہا ایک کل دور بالائستہ نام
 ہوا شاہِ دیلان پھر صل
 وہ جس تریب اس سرِ قریب
 پھلا پھولا رکھے اُنھیں دُجال
 ہر فرق انکی خاک و اکیسیر
 کہ چکے قصہ سر کو رہی ہو دور
 جلال انکی سیرت کا خدنگزار
 حبیبؑ بن یادگار حسین
 کہ ہوتے ہیں ایسی ہی شیر و شمشیر
 تو خدمت گزاری کو اقبال میں
 کہ روشن کیجئے لاکھوں گھر کے چراغ
 زمانے کے سرتاج آلِ رسولؐ
 کہ جس جا ملا ملک کو جلتے ہیں پر
 نہ لے نہ جو عقل میں ہم میں

وہ رحمت وہ محبوب پروردگار
 میرے شاہِ عالم کا اقبال و جا
 انہیں کارہے نام جائن
 یہی فیض جاری ہوا ان کا دم
 اٹھے شکِ خطبہ صغیر و کبیر
 ہر اک شخص پھر عید ملنے لگا
 دُری دیر کے بعد وہ خوش سیر
 سیرِ شام پھر شہر سے بے نظیر
 وہ دریا حجانِ خمیہ زن تھا وہ نشا
 وہ حلبہ وہ مُطربہ ساتی نہیں
 وہ نگیر و شامیانہ وہ فرش
 وہ ہاتھی وہ گھوڑے وہ جم غفیر
 کہ ہر سبک سب یہ رہا لا گیا
 کہ اتنے میں اک شخص آباد
 بیان سے گئے جب سو عید گاہ

یتیموں کے والی غریبوں کے یار
 ترقی پہ ہر دم سب دم یا الہ
 انہیں کی محبت کی ہو سب کو دین
 علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام
 ملے بے نیلیر اور محسوس
 بہم شانہ شانے سے چلنے لگا
 روانہ ہوئے سب کے لیے گھر
 گیا سوئے خرگاہ مہر منیر
 یہ دیکھا کہ پھرتی ہیں موجیں تبا
 ہوا پر پرندے وہ باقی نہیں
 وہ کرسی طلائی وہ تانبہ و ش
 وہ شاگرد پیشہ اسیر و دیر
 زمین کہا گئی آسمان کھا گیا
 و عادی رہی بخت و دولت جو
 قویہ کہہ گئے تھے سران سپا

دہان سے پلٹ کر نہ ٹھہریں گے اب
 اوہر سے جو لوٹے اور ہر جلدیے
 مگر ساتھ مجھ کو نہیں لے گئے
 کہ اے شوق آئے اگر غمِ ظہیر
 اسی شہر میں کر تو اپنا قیام
 تجھے خوب جیبا زمالین گو ہم
 بہت میں نے پوچھا یہ اے نیک نام
 سنایہ تو وہ بے نظیر حسین
 کہ جب فرمانِ مہرِ منیر
 کہا اور لوگوں سے بہتر جواب
 دہان ہی جو میرِ سعادت وزیر
 مہ تہدیدِ سنکریہ فرمانِ شاہ
 دہان جا کے پہنچائی جب خیر
 رفیق اور اجاب اور اہل شہر
 رہا کچھ دنوں تو یہی کاروبار

جہازوں پہ ہوا بار اسباب
 نہ معلوم پھر وہ کدھر چل دیے
 یہ فرمان پہلے ہی سے دھو گئے
 تو کہنا یہ ہے حکمِ محسوس
 یہیں گرے گا پیام و سلام
 تو پھر پاس اپنے بلا لیں گے ہم
 بتایا نہ کچھ بھی نشان و مقام
 ہوا ہجر سے سخت اندوگین
 مع شوق اسی جا رہا جاگیر
 روانہ ہو سوئے مقامِ طرب
 دل و جان ہوا اسکے فرمانِ پذیر
 چلے جانبِ قلعہ و حسیہ خواہ
 عزیز و اقارب چلے دوڑ کر
 گئے زود تر زود سلطانِ دہر
 کہ آتے رہے روزِ اہل دیار

وہیں لوگ جا جا کے بسنے لگے
وہاں بس گیا ایک شہر عظیم
ہر سکتے کے عالم میں پر غلط
تجربے وہ خود فراموش ہے

مگر دید کو جب ترسنے لگے
یہ کثرت ہوئے جو مسافر مقیم
سخن سنج عشرت ہوا ہر پیش
کچھ ایسی نبی ہر کہ خاموش ہے

خواب

کہ عشقِ تمسعد ہے نیزنگ ساز
ترا نام ہوا اور میرا کام ہو
غرض یہ کہ اپنا سا کردی مجھے
یہ نو چاندنی کھیت کرنے لگی
کہ اڑنے لگے آسمان پر شر
ستاروں کا ہونے لگا کم ہجوم
دکھانے لگا برق کا اضطراب
رد پہلا ہوا صحنِ چرخ کہن
پہ درپیش ہوا کئی واردات
تنفس کے باعث اہل کے تیرن

پلا سا قیاسِ جامِ حسنِ نیاز
وہ محوے کہ نازا سکا انجام ہو
بیرنگِ خمِ شوق بھرو مجھے
وہ پھوٹی کرنِ صنو بکھر لگی
تجلی ہوئی گرمِ رواست در
چرانے لگے اپنی آنکھیں بچم
شماعون کا جھڑٹ سیر موج آب
ہوا عارضِ ماہ پر تو فگن
منہ کا سا ہونڈے کی ہرات
کہ پیار ہے تلخِ حنین

مرض کو سبب یہ حالت خراب
قیامت کا ہر رنج مان باپ کو
اسی کشمکش میں گئی نصف شب
غشی ہی میں کیا دیکھتا ہر وہ ماہ
وہ گلزار بے خازن بہت شست
بلا کا وہ آراستہ پر فضا
بیان اسکا آئی زبان تک اگر
کہیں لالہ و گل کہیں یاسمن
نشاط آفرین شور و بل کہیں
جو ناکام جائے اُدھر سے نکل
قدم بوس اشجار بادِ حبار
گلاب اور کیوڑے کلنہرین روان
ملاو دو دھین مشک و عنبر کہیں
وہ چار دن طرف چاؤر آشپار
جائے مسی برگِ سوہن تمام

اٹھانے بھی دیدیا ہر جواب
کہ مڑوہ سمجھتے ہیں وہ آپ کو
تو لو اب ہوا اور تازہ غضب
کہ اک باغ رنگین ہر پیش نگاہ
زمین اسکی رشکِ زمین بہشت
کہ زنجیرِ پاموچ بادِ صبا
اسی دم لب خشکِ عاشق ہون تر
طرب خیز ہر سو بھارِ چمن
سرتِ فراخندہ گل کہیں
ابھی آئین شلخِ تمنائیں چل
طراوت لبِ برگِ گل پر شمار
روش پر چھائی ہوئی ز غفران
اسی سی سی سنچھی ہوئی گلزمین
وہ فتار و ن کی چاندنی میں بہا
بسا سنبھل ترے گلشن تمام

وہ کلیون کا ہرست جوشِ منو
 وہ ہر شاخِ مرست صہبا عیش
 چارو صنوبرِ عجب سایہ دار
 کہیں سرو و شمشاد سایہ فگن
 اگر دیکھ لے اسکا سبز کہیں
 کہیں مین وہ ماندون میں گہا تر
 جواہر کے گلے لب آب جو
 کہیں ارغوان ہر کہیں موتیا
 کہیں مست کن کا منی کی شمیم
 لب گل کے وہ قہقہے ہر طرف
 وہ خوش رنگ پھل زینتِ شاخا
 وہ ہر کچھ ایسے لطافت فریب
 نقشہ ریاحین سیوقی گلاب
 ہر اک رنگ کے پھول پھول ہوئے
 کہیں وائے رز چمکتے ہوئے

تبسم وہ غنچہ آرزو
 کہیں جکے دیکھے سر گلہا عیش
 کہ ہر شاخ پر جکے طوبے تار
 کہیں جلوہ آرائی سترن
 ابھی سبز ہو شاخ گاؤ زمین
 نظارے سے جن کے ہوتا زہ نظر
 قرینے سے رکھ ہوئی سوسو
 کھلے پھول ہر رنگ کر جا بجا
 کہیں عطر سا کاروانِ سیم
 غناول کے وہ چہچہے ہر طرف
 ہن روشن کنول یا جواہر نگار
 کہ گوش گل حُن کی جن زریب
 ہزارا چینی گل آفتاب
 حادث کو نیک نعت پہنچے ہوئے
 شریک سے خوشے لٹکتے ہوئے

نئی وضع کے بھی بہت چھو پھل
 بھرا حوض میں وہ سفید انگبین
 زمین عنبر و مشک و کافور کی
 مکانات بہ نر و صفارِ نسیم
 روان ایک دریا ہی پائین بلوغ
 جد ہر رو میں ہتی ہر وہ سلسیل
 ٹہلتا ہر او سپر ہی سمیر
 اوہ یہ بھی ہر اک روش پر روا
 بلاتا ہر اسکو وہ شاہِ زمین
 تنفس سے طاقت نہیں دجوا
 یہ دیکھا تو حرم اسکو اتنا ہوا
 پکڑ کر میر دست بولا کہ مان
 اسی دم شفا ہوگی اس نصیب
 مٹا سننے وہ اسیم عالی پڑھا
 ہوئی گفتگو کی جو طاقت اسے

خزان کے صوبات کے خلل
 کہ جو رشکِ سنیم و مائے معین
 لیے شاخ گلِ مشعلین نور کی
 دل اہلِ ہمت کی صورتِ قیام
 کہ دیکھے سے جبکہ ہوتا نہ دماغ
 ہر قلعہ سے محکم اوہر کی فضیل
 وہی تاجِ محبوبیت فرق پر
 مگر شدتِ درد سے لب پہ جان
 بیانِ ضعف سے کانتا ہر بدن
 مگر دیکھتا ہر چشم پر آب
 خود آیا اوہر سکر اتا ہوا
 ان الفاظ کو جلد کہہ میری جان
 کہ یہ اسمِ اعظم ہر میرِ حبیب
 اثر بھی نہ اُس عارضے کا رہا
 کیا موردِ مدد عنایت اسے

کہا پھر کہ شاق ہوں کچھ سنا
 یہ سن کر کھٹکے سے لگایا اسے
 گرایہ بھی قدیموں پہ اختیار
 اٹھا کر سراسر کہا احسین
 ہمارے وطن میں جو آئے گا تو
 یہ کہہ کر چلا ہی تھا وہ رشک گل
 نہ وہ گل دہان نہ وہ گلستان
 مگر وہ پرزور خاموش ہے
 جدائی میں گزر اجویںج و ملال
 ہوئی درد و غم سے جو حالت تباہ
 ہمیں کوئی ڈھونڈ ہی تو پا کر کہا
 تمہیں کس طرح ای میں پاؤں گا
 دکھاؤ گے پھر رو انور تو کیا
 یہ سچ ہی مری کیون خبر لو گے تم
 نہ معلوم تم چل دے کس طرف

پڑے اسنے اشعارِ نو بر ملا
 محبت میں اپنی چھپایا اُسے
 کرے تادل و جان و ایمان بنا
 ٹھرتے نہیں ایک جا کہیں
 مزا وصل کا پھر اٹھائے گا تو
 یکا یک گئی آنکھیں صدمے کھل
 نہ اُس عارضی کا کہیں کچھ نشان
 تصور سے اسکی ہم آغوش ہے
 تعلق جی کو ہر دل پہ صدمہ کمال
 یہ کہہ کہہ کر روتا ہوا وہ رشک ماہ
 کہ ظاہر نہیں کچھ بھی نام و نشان
 اسی غم میں اک روز مر جاؤں گا
 مرے بعد آئے لحد پر تو کیا
 نہ جب تک کہ پامال کر لو گے تم
 مگر بان جو آنا کبھی اس طرف

مری بیکیسی یاد کرنا ضرور
 جہان ہو سلامت رہو با مر
 ہزاروں تھین ہم سے مل جائیں گے
 جہان جمع ہوں سیکڑوں با مر
 چلو خیر تم خوش رہو آچکے
 گیا جو اسی غم میں جی سے گزر
 ہر اک طرح کا رنج دیتا خدا
 مرض ہی تھا صحت سے بہرہ مخور
 کوئی جی سے جائے کہ برباد ہو
 تھین عیش و عشرت سے رخصت نہ
 جو ہوتا میں شایانِ شوق و غمور
 میں گو بدترین زمانہ ہوں یا
 جو ہوتا مرا اختیار یہ کام
 جو اپنے کیے کی نہیں تکمیل لاج
 جو گذرے گی دل پر گزر جائیگی

مری قبر پر پاؤں دہرنا ضرور
 خدا تم کو رکھے دو عالم میں شاد
 مگر کوئی کہتے تھے ہم پائیں گے
 وہاں کون کرے یا ہی کیسے کو یاد
 سزا دل لگانے کی ہم پا چکی
 مرے حال کی کون دیکھا خبر
 مگر تم نہ ہوتے نظر سے جدا
 زیارت تو ہوتی مقرر مجھے
 مگر تم تو اغیار میں شاد ہو
 کسی کی خبر لویہ مہلت کہاں
 مجھے پاس اپنے بھلا تے ضرور
 مگر اس میں کیا ہے مرا اختیار
 بناتا میں اپنے کو خسرا نام
 تو ہوتا ہر رخصت یہ بندو بھی آج
 نہ تم تک مگر اب حسبِ جایگی

| | |
|--|---|
| یہ مانا تمھیں اپنی پر واپس کب یہ کہہ کہہ کے روتا رہا وہ قمر تو دیکھا وہی رہن صبر و ہوش یہ فرما رہا ہے کہ اسے بے نظیر دم صبح تو لکھ کے نامہ شتاب جزا کے نہیں یہ کسی کی مجال یہ فرما کے وہ شاہ عالی وقار کھلی آنکھ بھر تو وہی درو تھا اُسی بیقراری میں اُٹھک شتاب بتایا تپہ اسکو سب ہمیش و کم | ہمارا بھی اللہ مالک ہے اب مگر آگئی نیند پچھلے پھر کہ یوسف بھی مین جک حلقہ بگوش میں ہوں وقتہ القدس میں جاگیم اُسی شوق کو دیکھ کہ لائے جواب کہ اس سمت آنے کا لاؤ خیال نگاہوں اور جھل ہوا ایک بار بدن گرم لب پر دم سرد تھا جگا کر کہا شوق سو حالِ خواب کیا حالِ دل خط میں پھریں قلم |
|--|---|

نامہ بے نظیر

| | |
|--|--|
| میرِ جان و دل کو چین کے حصول تم اب تک نہ آئے بھارا آگئی صبا فی اُڑایا مرے سچ کا رنگ کہان تک یہ شہر کچھ تمھیں خیر ہے | امیدوں کے غنچے مرادوں کے پھول کلی حسرتِ دل کی مڑھ جاگئی ری دل کی دل ہی میں ہی مرے بعد پھر سیر ہی سیر ہے |
|--|--|

جو بلبل نہو گل کو پوچھے گا کون
 تمھاری تمنا تمھارا خیال
 کہاں تک کرے کوئی ضبطِ فغان
 دکھائے کب لفتِ اثر دیکھے
 صبا سے یہ کرتا ہوں گا ہر کلام
 گریبان کیا دستِ محبت چاک
 جو غنچہ گلستانِ مین و لکیر ہے
 کبھی چاک و امانِ برنگِ سحر
 نسیمِ سحر تو ہی ٹھنچا و مان
 یہ وحشت کسی سے ملا لگی کب
 تمھاری محبت تمھارا فراق
 گھڑی بھر مجھے چین دیتا نہیں
 یہی حال اگر ہو تو ہم جی چکے
 مین اسپر بھی ہر طرحِ معیور ہوں
 دل مضطرب کو سنبھالو تمھیں

جو بلبل نہو جان پھر دے گا کون
 دل و جان کو دیتا ہی کیا کیا مال
 کہاں تک رہے دل میں حسرتِ نال
 تحسین کب ہو میری خبر دیکھے
 کہ پہنچا دے تا گوشِ گل یہ پیام
 اڑانا ہوں اب تک گلستاں کی خاک
 مرے غنچہ دل کی تصویر ہے
 کبھی یہ کھارو سکے با چشمِ تر
 مرا رشکِ گل خندہ زینِ جہان
 گریبان درِ رنگِ لایگی کب
 تمھاری ملاقات کا اشتیاق
 قرار ایک دم قلبِ لیتا نہیں
 لبِ زخمِ دل چارہ گر سی چکے
 کہیں آنے جانے سے معذور ہوں
 کوئی شکل و صل اب نکالو تمھیں

مین کیا چیز ہوں میری لفت کیا
 جو اپنا کہا ہے شکایت نہو
 تمہارا ہی جلوہ ہے کونین مین
 کہان ہو تم ای میرے مہینے
 ریخ پاک اپنا دکھاؤ مجھے
 کبھی بلبلیوں سے یہ ہے گفتگو
 گلون کی حکایت سنانا اُسے
 جو اے سبزہ آئے مراد لربا
 جو اے خار آئے میرا شک حور
 کبھی ہے یہ سوسن میرا کلام
 یہ کہنا کہ اے باغ دل کے بہا
 تری دید کا کوئی مشتاق ہے
 کبھی ہر زبان پر مرے یہ سخن
 لب برگ گل تو ہی کچھ بولنا
 تو سبیل ذرا سہلانا ضرور

تمہاری طرف سے ہر ساری وفا
 محبت سے مجھ کو ندامت نہو
 تمہارے ہی دم سے سین چین مین
 کہان ہو تم ای دلبر بے نظیر
 کہین یہ نہو پھر نہ پاؤ مجھے
 چمن مین جو آئے مرا لالہ رو
 مرا داغ حسرت دکھانا اُسے
 تو کہنا کہ اس درجہ پامال تھا
 مری لاغری تو دکھانا ضرور
 کہ اس گل سے تو عرض کرنا سلام
 ترا حسن و دوتا ہو لیل و نہار
 اُسے تیری دُوری بہت شاق ہے
 جو گلشن کو آئے وہ غنچہ بہن
 صبا تو ہی عقدے مری کہو لیا
 پریشان خیالی دکھانا ضرور

رخِ ارغوان ہو کہ رنگِ بجا
 مینِ سینچا کیا اشک سے باغ کو
 ریاراتِ دن مینِ برنگِ جنا
 چمن مینِ جو دیکھا گلِ نسرین
 جو قمری کی فریاد ہے کو بہ کو
 غرض ہو تھیں تم گلستانِ مینِ آج
 ملو تم تو مجھ سے زمانہ ملے
 تم آؤ جو اے شاہِ عالی مقام
 کہ تم کشورِ حسن کے ہو امیر
 چلا شوقِ جو نامہ لیکر اُدھر
 نشانِ قدم دیکھنا بہا تھا
 سفر اور اُس پر بھی تازہ ستم
 مگر وہ اُسی دُمن مینِ بڑھتا گیا
 گیا تھا اُدھر شوقِ جس راہ سے
 گمراہِ شبتِ محبت مینِ وہ پانے

مرے اشکِ خونین کچھ ہین یادگار
 تر و تازہ رکھا ہر اک داغ کو
 ہوں سرِ سبزِ رخون ہے دلِ مرا
 تو یاد آگیا بھول سادہ بدن
 تمھاری ہی اسکو بھی چھوڑتو
 لیا تاجِ دارانِ گلشن سے باج
 محبت کا سارا حسنِ زمانہ ملے
 لٹا دوں ابھی نقدِ جان مینِ تمام
 ریاضِ دو عالم مینِ ہوئے نظیر
 ہو اچھپ کے وہ شاہ بھی رہ سپر
 وہ اک دشتِ چھول مینِ جاڑا
 ہوانے مٹائے وہ نقشِ قدم
 ہم آہنگِ دم و دین بھی چڑھتا گیا
 وہ رستہ بھی لو چھٹ گیا شاہ سے
 خدا ہی نکالے تو اب ہو نجات

کہ اڑتے ہیں ذرے برنگِ شر
 و کہتی ہوئی وہ تریلی زمین
 کہ ریگ بیابان کی حالت تباہ
 بھری مشک بھی سوکھ جائی
 تو پائے نگہ میں پُربینِ ابلے
 بلندی سے جھن کر گرین خاک
 مقرر ہیں وہ نخلِ خرمائے تر
 ہوا جا کے سائے میں حرا گزن
 کہ تباہ کون اب رہ کوئی بار
 کہ غائب ہوا خسرو داوگر
 ہوا خواہ میسرِ سعادت ویر

ہوا میں تمازت کا ہے یہ اثر
 نہ سایہ نہ سبزہ نہ پانی کہیں
 وہ نواور گرنی حسد کی پناہ
 زمین پر اگر رکھ دے لاکر کوئی
 ذرا بھی اگر اُس طرف کو اٹھے
 پرندوں کا ہوا اُس طرف جو گزند
 وہ آتے ہیں کیا اونچے اونچ نظر
 اسی منت آخر وہ سلطانِ دین
 طبیعت کو لیکن ہے سخت انتشا
 مقامِ طرب میں اڑی یہ خبر
 چلاؤ ہونڈھنے کو یہ فوجِ کثیر

شوق

کہ گھبراہٹ چھائی ہو کالی گھٹا
 فلک پر وہ گھر گھر کے آسماں
 پڑے مثلِ سیلابِ شوقِ نہان

لگا تا روئے جامِ سا قیا
 خراوے گا اب دورِ جامِ شرب
 وہ مے دی اڑون تیکلِ ابر واران

جو سوکھی زمین پر ترشح ہوا
 گر جتے ہیں بادل چلتی ہر برق
 گئی نیند اُچٹ پانی کے شور سے
 ٹپکتی ہر بجگلی کی وہ اوتلی
 ہوا زور سے چلتی ہے بار بار
 بنا ہے جو وہ ٹپن کا سا بنان
 عجب لے سے پانی برسا ہر آج
 ہر اک جھونک پر کیا نکلتی ہر مینڈ
 چٹانوں پہ کیا لطف نظارہ ہر
 صبا کے طپانچے جو کھاڑی ہر آج
 چلی آتی ہر بدلیوں کی قطار
 دیوانہ مار اسوقت چھایا ہر ابر
 اٹھی شاخ گل سبزہ کو چوم کر
 نہنیں ہر ابھی گوجھڑی کی بھا
 ہیں آراستہ بنر پوشانِ باغ

ٹپکتی ہر بوسوندھی سوندھی نہی کیا
 ہوا سخن کا سخن پانی زمین خوش
 یہی جاتی ہیں نایمان زور سے
 کہ ہے تار سیمین کی حلین پڑی
 پھنپھتی ہے مکر وں کے اندر بچھا
 ہر اسوقت ارگن کا اُسپر گمان
 کہ زابد بھی سے کو ترسا ہے آج
 کہ ہر بوند پر خود چلتی ہے مینڈ
 کہ جو بوند ہے ایک فوارہ ہے
 تو پودے سروں کو جھکا دیں آج
 ہوا کے ہیں گھوڑے پہ بادل سو
 فلک پر سیست آیا ہر ابر
 برستی ہے کیا کیا گھٹا جہوم کر
 نہنیں ٹوٹا کب سی بوندوں کا تار
 ہوا غسل سے ہر شجر کو فراغ

یکایک رُکی بوند ٹھہری ہوا
 تر و تازہ ہر نخل ہے شاد کام
 رُکامینہ بدلی ہٹی ہے ابھی
 وہ آسمون کے اشجار پر سامنے
 وہ باغون میں جھولے پڑی مٹی
 ادھر کھ رہا ہے کوئی پی کہان
 یہ ہے اس صدا کا اثر کان پر
 کہیں کوئی چلا رہا ہے کہ ان
 پروں کو سیٹھے ہوئے وہ طیور
 ہوا زور سے چلتی ہے سرور
 ہے تشبیہ خامون کی یہ بر محل
 جو سیندور یہ اُنین ہیں مِشیار
 سپیدے جو شاخون میں ہیں بالعموم
 وہ ہلتے ہیں زرد آم جو سامنے
 پڑے ہیں وہ ٹپکے ہوئے مِشیار

نظر آتی ہے اور ہی کچھ فضا
 لبالب ہیں پانی سر تھا لہ تمام
 یہ ہر زیر اشجار عالم وہی
 کوئی کو کتا ہے بڑی زور سے
 وہ ساون ہی گانے لگے گلغلا
 سایہ تو قابو میں پھر جی کہان
 کہ دل لوٹ جاتا ہے ہر تان پر
 ذرا دیکھنا اس گھڑی کا سان
 درختوں پہ بیٹھے ہیں کیا دور دور
 تو ہلتے ہیں کیا آم وہ سرخ وزر
 زمرود کے پتے زمرود کے پھل
 ہیں محل بدخشان بھی اُنپر نشا
 ہوئے آکے روپوش گویا نجوم
 ٹکٹے ہیں پکھراج کے قمتے
 زمین ہو رہی ہے جو اہر نگار

چٹا ابرہین دھوپ کے کچھ نشان
 وہ ہر شاخ پر کوئلیں بار بار
 ادھر سے اٹھا لو سپیوں کا شور
 بے قوس قمر جرج پر جلوہ گر
 ہوئی شوخ ہر رنگ کی اب ہیا
 پڑیں زرد کرنیں وہ ہر برگ پر
 ہوا سے ہٹی ابر کی جو نقاب
 نہ وہ سیل ہر اب نہ اب گھٹا
 شکایت ہر گلیوں میں کچر کی عام
 یہ سب دیکھتے تھے جو لیٹے ہوئے
 ہوئی رونق تازہ ہر کار میں
 کسان اور دہقان با یکدگر
 وہ بیلوں کو اپنے ہٹکاتے ہوئے
 وہ کپڑے کھڑے ہزاروں دمہ
 وہ تالاب اڑتی تھی کل حسین گرد

پرندے بھی ہونے لگے پریشان
 اڑاتی ہیں بیٹھی ہوئی کیا ملار
 اوہ تانین کیا کیا لگاتے ہیں مسہ
 ابھی تک نہیں آنا سورج نظر
 دھنک میں شعاعیں ہوئیں آشکا
 زمر وہ چڑھنے لگا آبِ زہر
 یکا یک ہوا جلوہ گر آفتاب
 بھری ہیں مگر لیاں جا بجا
 یہ ہیں صاف بستی کی شکنیں تار
 چلے اب وہ دامن سیٹے ہوئے
 نکلنے لگے لوگ بازار میں
 کدو اور ہل رکھ کے خود خوش رہ
 چلے نٹ ملاری وہ گاتے ہوئے
 لگے رنگینے ہر طرف خاک پر
 نکل آئے مینڈک دھان زد و زرد

وہ کیشے کہ جو سر سر خاک تھے
 سمجھ میں نہیں آتی کچھ اور بات
 ہو اس دریاغونج آنے لگی
 وہ اک قاصد آتا ہے فرخندہ رو
 سنایہ تو انجم صفت خاص و عام
 اسی طرح اسکو وہ سب بے ہراس
 ادب کیا اُس نے گردن کو خم
 رہی روز افزون یہ جاہ و وقار
 دیارِ محبت سے آیا ہوں میں
 اجازت اگر ہو تو کھولوں زبان
 سنایہ تو منہں کر وہ شیریں بن
 مجھ کو یہ معلوم ہے داستان
 کہا اُس نے اے شاہ روشن منیر
 جو کچھ راست ہے کھرا ہوں و حال
 تیرا عاشق زار و مہیا عشق

وہ پانی کو پڑتے ہی سب ہی طبع
 مگر تجاہد بارانِ آبِ حیات
 نکاہوں پہ خنکی سی سچا لگی
 کہ رکھتا ہے وہ مہر کی جستجو
 ہو ڈر گرد و پیش اُسکے کیجا تمام
 گئے لے کے اُس شاہِ خوبانِ پُر
 و عادی کہ اے شاہ گرد و چشم
 بہ و مہر ہوں تیرے خد شگزار
 کسی کا خطِ شوق لایا ہوں میں
 گردن راڑی سربستہ سارا عیان
 لگا کہنے اے قاصدِ سحر فن
 مگر تو اپنی زبان سے بیان
 اب تک رہی تیرا تاج و سیار
 کہ ہوتا نہیں ایچی کو زوال
 وہی بے نظیر گرفتارِ عشق

جو کچھ دن یہی اُسکی حالت ہی
 جو بستر پہ ہوتا ہے وہ گلزار
 جو تکبہ بھی رکھتا ہے کوئی بزور
 بچھاتے ہیں تختِ طلائی اگر
 جو لاتا ہے کوئی لباسِ نفیس
 مجھے کوئی کفنِ رنگا دیکھے
 جو ہوتا ہے کچھ جامہ زیبی کا ذکر
 جو کہتا ہے کوئی چلو باغ کو
 جو سنتا ہے فریادِ بیل کا شور
 جو کہتا ہے کوئی غذا کھائیے
 کہا جو کسی نے کہ پانی پیو
 نہ کھانہ پینا نہ سونا اُسے
 ترپنا کبھی بسترِ خاک پر
 گلہ جو رکھتا ہے دوں کبھی
 کبھی بگاڑتا ہے شکلِ عہدِ شباب

نظرِ حسرت آتی بہنِ جان کی
 تو چھو لون کی جا اب بچاتا ہے خا
 اٹھاتا ہے وہ کوئی تختِ گور
 تو وہ خاک اڑاتا ہے بالائے سر
 تو کہتا ہے وہ رکھتا ہے ہم جلیں
 کوئی مرگ چھلا منگا دیکھے
 اُسے ہوتی ہے خاکِ بیری کی فکر
 تو کہتا ہے دیکھو مرے داغ کو
 تو کچھ اور وحشت کا ہوتا ہے زور
 تو کہنا غمِ تازہ کچھ لائیے
 تو وہ پی گیا سُن کے اس بات کو
 اکیلے کہیں جل کے رونا اُسے
 کبھی دستِ غم سینہ چاک پر
 وہ دستِ دگر بیانِ جنوں کی کبھی
 توقفِ کہیں دم کو مثلِ حجاب

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| کبھی جازمین بوس افتادگی | کبھی معیتِ شانِ شہزادگی |
| کبھی جاوہِ پیمائے صحرایِ یاس | کبھی صورتِ ابرِ غم وہ اوداس |
| بزرگِ اجابت دعا نفور | کبھی ناز کی راہ سے وہ غنیمت |
| کبھی روٹھ جانا خدا سے اُسے | کبھی دمِ نیاز التجا سے اُسے |
| کبھی برقِ دمِ دشتِ دہلومین | کبھی غمِ زینِ کبرِ آلامین |
| کبھی نازِ بر دارِ غمناحِ محسّر | کبھی تختِ مشقِ ستمناحِ بھجر |
| کبھی وہ قدمِ بوسِ گردِ فراق | کبھی عافیتِ خواہِ دردِ فراق |
| یہ کہنا کبھی جانِ آبِ نخل | کبھی دیکھنا راہِ پیکِ حلال |
| کبھی گلِ زمینِ چمن سے گریز | کبھی خارِ زارِ جنونِ لطفِ خیر |
| کبھی وہ خسِ کوئے بیچارگی | کبھی صرصرِ دشتِ آوارگی |
| کبھی چشمِ وحسرتِ دیدِ مین | کبھی نقشِ پاکوئے امیدِ مین |
| نمکِ پاشِ زخمِ جگرِ شورِ عشق | کبھی لذتِ افزائے غمِ زورِ عشق |
| کبھی گرمِ نالہِ دمِ سرد سے | کبھی سردِ سرِ گرمیِ درد سے |
| کبھی جوشیون کی نظر کی طرح | اُسے اڑتے پھر ناخبر کی طرح |
| کسی دمِ امانِ خواہِ شامِ ملاں | کبھی وہ دعا کوئے صبحِ صیال |

کبھی صورتِ موجِ بادِ صبا
 کبھی ذوقِ ناکامیوں اُسے
 اُسے اُنسِ سودا میوں کبھی
 کبھی چشمِ تم تنگ کے نام سے
 کبھی وہ دل افکارِ آزارِ غم
 لٹکا ہون کے مانند پھرنے کبھی
 کبھی شمعِ افروزِ دماغِ فراق
 تجلی کہہ دماغِ سوزِ انِ عشق
 ہر اک زخمِ دل رشکِ جبِ سحر
 مسکین بس اک جوشِ دارِ گی
 قلقِ بیقراریِ مصیبتِ شیر
 شبِ ہجرِ شاطِ زلفِ غم
 نہ ہمارا کوئی نہ کوئی انیس
 ز فافتِ مین اک حسرتِ دلِ با
 فلکِ بر سرِ کینِ زمانہِ عدد

اُسے ڈھونڈ ہنا یار کی خاکِ پا
 کبھی شوقِ بدنامیوں اُسے
 اُسے فخرِ سوا میوں سے کبھی
 کبھی اُس کو رم فکرِ آرام سے
 کبھی زخمی نشترِ خارِ غم
 اُسے صورتِ اشکِ گرنے کبھی
 کبھی لالہ سان رنگِ باغِ فراق
 سراپا وہ سرِ چراغانِ عشق
 درِ توبہ گویا شکافِ جگر
 جنونِ چارہ فرمائے بیچارگی
 فغانِ نالہ۔ فیروزِ غمِ ہمِ صغیر
 سحر۔ آئینہ دارِ روئے الم
 مگر غربت و بیکسی ہمِ جلیس
 تسلی وہ قلبِ یادِ نگار
 زبان پر مگر ذکرِ لا تقظوا

وہ پڑمردہ گل سا پریشان حواس
 وہ کج رہنما ہی میں منجھوٹا
 جنون چاک و امان نرنگی
 وفا رہنما صراط الحمید
 نہیں ساتھ کوئی بھی غم کے سوا
 خلش و روکی کا ہش جانِ زار
 وہ پروردہ ناز و مسکین لقب
 وہ آفت کا مارا پریشان خیال
 وہی شوق اب تک ہی دینے سے
 لپٹ کر کبھی دامنِ گرد سے
 و جوش و طیور اور سب جانور
 گرائے جو اشکِ خمین کہین
 وہیں خامہ عجب سے باادب
 مجھے دے کے مکتوب بھیجا وہ
 سنا یہ تو بولا وہ روشن ضمیر

بزرگ چراغِ سیرگوراد اُس
 وہ دشتِ مصیبت میں رنگِ دان
 تو خوش - ہم آغوش دیوانگی
 طلب - گامِ فرسائے کوئے امید
 پہ ہر گام پر جذبِ دلِ مثنویا
 تبش - خانمان سوزِ صبر و قرار
 سڑ پتا ہی تیری لئے روز و شب
 شب و روز ہے گردِ راہِ طلال
 جنون اور بڑھتا ہی سمجھائے
 وہ روتا ہے جنگل میں اس درد
 ہم روتے ہیں اُس کے احوال پر
 تو بن جاتی ہے وہ زمینِ گلزمین
 لکھا صفحہ شوق پر حالِ سب
 نہیں جیسے محکومِ ان کی خبر
 مجھے دے تو وہ نامہ دلپذیر

پڑھا اور پڑھ کر لکھا یہ جواب

دیا نامہ اس نے تو کھولا شباب

جواب نامہ

فان الالامع الصابرين
مجھے پائے گا کھونہ تو جان کو
یہی آرزو ہے فقط والسلام

مرے شیفہ بنے نظیر خیرین
ذرا چاہئے حسب انسان کو
ہمارا ہی ہو کر رہے تو دمام

واپسی

کسی کی ہے کرنا رفاقت مجھے
کہ دیر جاتے ہیں مرمودوں کا ساتھ
کرے ہیں جو ان ٹھالاؤں میں
ستاروں کی آنکھیں جھپکنے لگیں
لگی گدگد آنے نسیم چمن
اٹھا بستر خواب آفتاب
بائیں شایستہ دولہ پذیر
ہو اے کے قاصد اسی مہم ہوا
تو بجلی سے بھی زود تر گرم سیر

پلا سامیتا جام بہت مجھے
نہ روک آج ساغر کے دیخ سوا تھ
لب جام سے حکم اگر باؤں میں
بچٹی پر شعا عین اچکنے لگیں
سپیدہ ہوا صبح کا خنڈن
سجڑے سو نگھایا جو کافور ناب
شہنشاہ نے حسب حکم قدیر
لکھا خط اے مہر کر کے دیا۔
چلا جس گہری لے کو پیغام خیر

صبا کو وہ بالابست آتا ہوا
 آدھ سے چلا اور اوہ آگیا
 نہ پایا مگر شاہ کو اس جگہ
 عرض سوچتے سوچتے وہ بیل
 مقرر مرے بعد راہی ہوا
 سمجھ کر یہ وہ پیک عالی وقار
 وہ ان جا کے دیکھا کہ سلطان دین
 کہا حینہ مقدم کہا حربا
 وہ ان جا کے مجھ کو ندامت بھئی
 وہ پیک ہمایون ہی اسکا مشیر
 یہ سمجھا جو خط وون میں کیا رگی
 ندم جائے مارے خوشی کو بھلے
 مبادا پڑے زینت میں جو خلل
 کچھ اس کے علاوہ شہرت بھی ہے
 کہ آپ کا نام پڑے بھار

چلا چٹکیوں میں اڑتا ہوا
 تصور سے بھی پشت آگیا
 نہ دیکھا کسی ماہ کو اس جگہ
 یہ سمجھا کہ وہ حُند و بدیل
 کسی جا اسیر تباہی ہوا
 سوئے دشت و حشت چلا کیا
 تو نخل بٹھا ہے اندو بگین۔
 کہا اور۔ بولا کہ فضل خدا
 ترے نام سے ان کو دشت ہوئی
 ذکاوت میں تین تین بے نظیر
 تو یہ تخت مشق بچا رگی
 نہ لالے پڑیں اس کے جی کو بھین
 پیام وفا ہو پیام اجل
 کہ شوخی کی تھوڑی سی عادت بھی
 ہوا باعثِ دشت طبعِ یار

کہا پڑھ کے نامہ کہ دعویٰ عشق
 صبا سے کسی دم مخاطب ہوئے
 کبھی ہین عنادل صفت نغمہ زن
 کبھی سبزہ کی دیکھتے ہین بھار
 وہ دیکھیں رخ یا سمن شوق سے
 ضیا کیا ہو پھر عشق کے دواعین
 مرے سمت انکو نطفہ ہی نہیں
 اٹھیں عشق ہی تو ہمارے رین
 سنا جب یہ مین نے تو ازراہ عقل
 وہ تیرا جنون تیری آوارگی
 پھر اسے فضا ہے جو گلزار کی
 سنا جب یہ افسانہ سمجھ کار
 مری اس کی گہری جو یونچن گئی
 کہا شہ نے مجھ کو بنانا ہی کیوں
 مجھ کو ہر بار نے کچھ بھی بھی کہا

اور ادھر سپر بھی سپر چلتا رہے عشق
 کبھی گلیشن پہ راغب ہین ہوئے
 کبھی غنچہ بو گل سروہ ہم سخن
 کبھی ہین بھار چمن پر نشا
 کرین خوب سپر چمن شوق سے
 کہ رہتے ہین وہ مات دن ہین
 مین کیا ہون مری کچھ جہنمی نہیں
 محیط جہان سے کنارے رہین
 بیان کی تیرے غم کی بوجھ نقل
 تری بکیسی تیری جیہ پارگی
 غنایت ہی یہ چشم خونبار کی
 ہوا مست جام طرب و ہنگار
 جو بگڑی ہوئی بات نمی بن گئی
 تو بے پر کی ظالم ٹکراتا ہی کیوں
 کہا بان کہا ہے خدادی وفا

کہا اب پڑھ سنا سنا کہ اب جبراب
 گزرتی دن رات گشت مین
 کہا لا وہ فرائین حشر ایسین
 کہا ہاتھ حیلہ سے کیا آئے گا
 اوپر جا کے بیٹھا ہے خط لا اوپر
 کہا کچھ مجھے قول تو دیکھئے
 کہا کہہ بھی دے جلد کیا ہو وہ قول
 کہا جس طرح ہو پر کھنا مجھے
 کیا شہ نے یہ قول دل سے قبول
 نکالا وہ خط شوق و نشان سے
 ہوا سر و قد عاشق بے نوا
 ادب سے لیا نامہ عزت کے ساتھ
 کبھی دل پر رکھا کبھی سرق
 او اگر کچا جب رسوم نیاز
 پڑی تین سطرون پہ جہنم نگاہ

کہا یہ لکھا ہے زراہ عتاب
 ہمیں چھوڑ کر پھرتے ہوشت مین
 کہا گر گیا راوین وہ کہین
 بجلا اس بناوٹ سے کیا پانیکا
 قصہ سن سے حاصل اوپر آوہر
 تو پھر مین بھی حاضر ہوں خط لکھو
 تری بات سے مجھ کو اتار ہوں
 ہمیشہ رفاقت مین رکھنا مجھو
 کہا اب تو نامہ دے وعدہ پہو
 کہا مجھ کو پیارا ہے یہ جان
 کہ ہو رسم تظہیم نامہ او
 ملا اپنی آنکھوں سے الفت ساتھ
 کبھی آنکھ پر شکل داماں تر
 تو کھولا اُسے صورت چشم ناز
 سب جہک معانی بھری ایک آہ

| | |
|-------------------------------|------------------------------|
| کہا خوش رہو دہ سچ ز من | ہیں اعجاز میرے لکھی یہ سخن |
| یہی ہیں دو اجانِ رنجور کی | یہ باتیں لکھی ہیں بہت دور کی |
| انہیں مین لکھی ہیں بطورِ سلیم | امانی و حبلہ کتابِ عظیم |
| جولوہِ دو عالم پہ خسریر ہے | انہیں تین سطران کی تفسیر ہے |

اضطرابِ منطوقہ

| | |
|-------------------------------|--------------------------------|
| پلا بادہ اسے ساقی خوش حفا | کہ ہو بچ نہ وقت سو کچھ تو بہات |
| شبِ بیکرب تک اٹھا جامِ عیش | کہ روشن باز زری اعظم |
| خزان ہوں بنا دی تو رنگ بہا | اڑوں دروش نشہ پہ ہو کر سوا |
| اٹھی ہر جو کالی گھٹا سطح | مچھو کل پڑے بے ترے سطح |
| جواڑتی ہر چاروں طرف پہنچا | انہی کی طرح ہوتی ہر دل کو پار |
| اندھیرے مین بجلی کا یہ کونڈا | مرے دل کو حسرت کا یہ ہونڈا |
| یہ ساون کی راتیں یہ گہرا سا | بھلا کس طرح آئے پھر و لکھو صبر |
| ترپتا ہوں جز شوقِ دہ کوں ساتھ | نہیں سو جھبتا ہاتھ کو آج ہاتھ |
| یہ سنا پانی کا ٹھنڈی ہوا | وہ حسرت بھری بانسری کی |
| درختوں پہ وہ جگنوؤں کی بہا | کہ اڑتے ہیں نالوں سے میرے شہر |

مڑتی ہے بجلی اوسر متصل
 میں کئی تین تھامورون کچ شور
 یہہ کو کچھ ترشح بھی ہونے لگا
 ہوئے جاتے ہیں ایک بجے دو
 بہت زور سے چل رہی ہے ہوا
 اوسر دیکھو وہ کہل چلا آسمان
 بڑا نیکیو دل کامرے اضطراب
 لئے اہتہ میں نیزہ ہراک کرن
 نظر آتی ہیں دور جو جھاڑیاں
 یہ لوچاندنی میں ہوا دشت فوق
 وہ کوئل پیہا وہ چلائے مور
 غضب چھوٹی چھوٹی سی گنیں ہر
 شب ہجر میں آج یہ چاندنی
 جگر پارہ پارہ ہے دل چور ہے
 یہ وہ رات تھی آخری دلوں کی

اوسر لوٹ جاتا ہے بے یار و دل
 گریبے لگا رہے بھی زور سے
 مرے ساتھ گردون ہی سے لگا
 برستا ہے گیا ابرجی کھول کر
 عجب کیا کہ چٹ جا دم میں گستا
 سارے بھی دواک ہو منو نشان
 وہ چمکین شعا عین میان سحاب
 لگی کھولنے بندِ خنہ کہن
 ہے اس دم درندوں کا اُن پر
 لگی لوٹنے میرے سینے پہ برق
 یہاں بڑ گیا اور دشت کا زور
 سیراب ہیں کس طرح جلوہ گر
 کھلاتی ہے ہیرے کی منجھکونی
 بشر ہائے کس درجہ مجبور ہے
 بہم ل کر پتے شراب وصال

لگرا سے ری قسمت و ازگون
 قلمک پر ثوابت نہ سیارِ رحیم
 نہ ہر چینِ ل کو نہ اکھون میں خوا
 یہاں تو ہر خود دل پہ غم کا جوم
 مرے رب مرے ارجم الزامین
 پڑھا اس پہ فرمانِ مہرِ شیر
 چڑھیں ندیاں گریہ ذوق کی
 کر ٹھی چوٹ وہ دل پہ کھا لو ہو
 روانی سی اس کو کج وہ مضحل
 جنون ادس کو گھر سے نکالی ہو
 بنی تھی جو دل پر تو بگڑے تھے طور
 ہوس بڑھ کے دل میں ساتی تھی
 جگر میں ترپ جان بھل میں بھی
 دل و جان پہ یہ حسرتیں چھا گئیں
 خبر پاؤں کی کچھ نہ کچھ سکا ہوش

عوض لے کے پتیا ہو غنیمتِ پناہون
 اکیٹھی ہر گردون یہ نگارِ رحیم
 بنا ہون میں سر تابا اضطراب
 خدا جا کیون گھوڑے ہیں نجوم
 سحر ہوگی اس رات کی یانین
 ہوا اور بھی مضطرب بنی ظہیر
 لپک بڑھ گئی شعلہ شوق کی
 جدائی کے صدمے اوٹھا ہو
 لبوں سے عیان صدمہ در و دل
 امیدیں طبعیت سے بھالے ہو
 رستے تھے شیشے پر کیا گجڑ
 طبعیت ہی قابو میں آتی نہ تھی
 وہی درد سینہ میں بھی ل میں بھی
 انگلیں بھی دم بن گھبرا گئیں
 جنون میں بس آوارہ گردی کا جوس

| | |
|--|---|
| <p> شہر کیا کہ برق اس پہ تبارن تہی کوئی شہر نہ گز خوش آتی اُسے کہے کون جو دل پہ تھی واردات صیرِ قلم سر نشانی سے تھا وہ بر چھی سی دل میں کھٹکتی ہوئی عیان لب سے۔ دل مچو آفات برنگِ گل زخمِ حالت زبون جلا دل تو کھینچی وہن آہِ سرو تھی سدرہ بیتاب جانِ خزین جو حسرت بھرے ویلن کچھ لگئی تصور میں ہر وقت رد و بدل </p> | <p> کہ اس کی تڑپ میں عجیب آن ہی خدا کی خدائی نہ بھاتی اُسے نکلتی نہ تھی ضعف سے سہ بات وہ نالان بُریدہ زبانی سہ تھا نگاہوں سے حسرت ٹپکتی ہوئی خموشی یہ کہتی تھی کچھ با سہ ہنسی میں بھی جاری ان آنکھوں میں گری جو طبیعت چمک اُٹھا درد کہ ہر دم تھا اس کا دم واپس نگاہوں پہ کیا بیکسی چھا گئی کبھی مچو ہو کر پڑ ہی یہ عینِ دل </p> |
|--|---|

عینِ دل

| | |
|--|--|
| <p> کہ مجھ سے ہی آخر چھڑا یا مجھے نہ معلوم کیا یاد آیا مجھے ارے دردِ دل کیوں جگایا مجھے </p> | <p> تو نے غم نے یہ دن دکھایا مجھے ہوا اپنی بہتی سے بھی بے خبر خدا جانے تھا خواب میں کیا سما </p> |
|--|--|

| | |
|--------------------------------|----------------------------------|
| ستم کرتے مل کر تو پھر لطف تھا | جدائی میں کیا آرمایا مجھے |
| خدائی سے تیری نہیں کچھ غن | ملا اس منم سے خدایا مجھے |
| نہ کیسا کچھ اُن میں جزا اندازو | مکروہ بھی کیا تھا جو بھایا مجھے |
| جفا سے وفا کے ازار و ناز | غرض جسطرح ہو لہیا یا مجھے |
| وفا کا گلہ کیا کروں کی نظیر | یہ کیا کم ہے جو بس ستایا مجھ |
| ہوا شوق یہ دیکھ کر بیکار | کہ رو رو کے کہوتا ہر وہ جانِ ناز |
| کہا شہ سے اب بے گھٹن لگا | کلیجا مرا غم سے پھٹنے لگا |
| لکھا ہے تھین صبر کے واسطے | نہ یوں جان چربہ کے واسطے |
| کہا شہ نے اے مونس گلستا | سنا کچھ بھی تو مژدہ وصل یا |
| کہا اس نے اچھا ہی کیجئے | مجھے پھر کوئی نامہ لکھ دیجئے |
| ابھی روضۃ القدس جاتا ہوں میں | خبر مھر کی جا کے لاتا ہوں میں |
| سنا یہ تو پھر کیسے کلک خیال | لکھا صفحہ آرزو پر یہ حال |

نامہ بے نظیر

| | |
|------------------------------|-----------------------------|
| مرے دلربا شاہدِ مہظیر | سچے محبت کے مہر |
| شبِ تاریکِ حیرانِ مجھ پر بلا | تم آؤ تو چھٹ جاؤ غم کی گھٹا |

مراخانہ عیش پر نور ہو +
 کہاں تک یہ دروہناں کی غلش
 مریضِ الم کو شفا ہو چکی
 رہے روز افزونِ حیرتِ صلیح
 کبھی ہو رہے گا مرزا بھی علاج
 ملو اسکے مجھ سے دیر سے ملے
 کردن تم یہ صدقہ و آفتاب
 عوض کنکروں کے ستارے بھریں
 دبیرِ فلک بیعِ خوانی کرے
 کہ زہرہ ہو زہرہ کا بھی آب
 بدل مشتری بھی خریدار ہو
 زحل کی نخست نہ کچھ آئے کام
 جہان بچم کیوان بھی دربان ہو
 ثریا جھین دیکھ کر جو خیل
 کہ شیرین وہ دین کی جھیل نظر

جگر شاد ہو قلب سرور ہو
 کہاں تک یہ سوز و روت کی تپش
 یہی ہے جو غفلت دوا ہو چکی
 غنیمت ہے دم آپکا امیرِ حیر
 تپ غم سے گوہر پریشان ہوئے
 کرو شکرانے کمالات کا
 تم آؤ جو سے شاہِ عالی جناب
 سرک آئیگی جو برابر کر یہ من
 جو دل خواہش خوش بیانی کرے
 سنائے وہ نعمتِ تمہیں لا جواب
 ترنم کا میسر گرم بازار ہو
 کروں جہاں اسبابِ عشرت نام
 مرتب وہ رہنے کو ایوان ہو
 کھٹکے ہوں وہ قہقہے متقل
 وہ قہقہے بھرے نور سے بسر

بنین ساتی انہیں غلیمان و حور
 کردن حاسدوں کی جگر کو کباب
 ملے نوش و صلت جو آماہ رو
 ہٹا دون جو رخ سے وہ زلف سیا
 اٹ دو جو محراب میں تم نقاب
 کرو مہربان طرہ جدی و ثور
 پڑیں جو تمھارے قدم کے نشان
 ہوز نفون میں اپنا دل پر شہر
 زنج پر ہو جو گیسو سے مشکناں
 دکھائیں وہ آنکھیں جو اپنا جلا
 بیہ ہو گرمی وصل میں سوز و تاب
 وفا تم کرو ہم حب میں سہین
 جو تم چرخ وحدت پہ پہوٹ خاص
 جگہ پاؤں پہلو میں جو آپ کے
 ہیں یہ جلوہ گرچہ پر جو نبات

فردزان ہو چاروں طرف شمع نور
 نظر آئے ہر جام میں آفتاب
 کرون نشیں عترت میں نذر عذر
 تو بوج حل سے نکل آئے ماہ
 تو آئے نظر قوس میں آفتاب
 کہ شیرون کو لازم حیرتوں کا طور
 تو رستہ بنے غیرت کہکشان
 جلے منزل سنبہ میں قمر
 تو پانی بھرے دلو میں آفتاب
 اسد سر جھکائے برنگ غزال
 کہ سلطان کو گردون بنا کباب
 کہ منیر ان کے پلے برابر رہیں
 ان آنکھوں میں قطبین کے چرخ اص
 نہ ہو قطب کی طبع حشمت مجھے
 تمھارے حد پر لگائی ہیں گشت

| | |
|--|---|
| <p> ابھی خونِ تھوکے عقیقِ مین لبِ لعلِ رنگِ آن کا ہو جا سہ نہ سجدے سے پھر مر اوٹھا دڑا دل زار یونسؑ ہو وہ زلفِ حوت یہ جوشِ جنون اور عیارِ گی خفا ہوں میں دم کھنا لو مجھے تمھاری محبت مرا انکسار </p> | <p> جو دکھلاؤ لبِ اپنے اسے گاہِ دین سہیلِ مین کا بھی ہو رنگِ زرد جبینِ سنورِ جو دیکھے سہا جو بکھیرن وہ گیسو تو پھر بے سکوت ہے رحمت کی جامِ میری آوارگی مین ہوں جانِ بلبِ تم جلاؤ مجھے زمانہ مین رہ جائے تیا دگار </p> |
|--|---|

بہارِ صبح

| | |
|--|---|
| <p> کہ حاصل ہوتا قوتِ رومی مجھے اٹھوں نشہ آلودِ بستر سے آج برنگِ دعا سحر ہوں روان وہ آتے ہیں اب جا کا کچھ نظر نہ وہ جگمگاتے ہیں سرِ آسمان وہ اک اک کو نکلتے ہیں دروازے چھپے جاتے ہیں پردہ شبِ مین </p> | <p> بلا آج ساقی صبحی مجھے کروں غرغہ آبِ کوثر سے آج وہ مئے ہو پیون جب کو سنکر اذان ستارے جو چھٹکے تھے افلاک پر نہ وہ چمکین ہیں نہ وہ شوخیان فراہم تھے پہلے جو انگور سے سحر کا سپید بھی ہو گیا غضب </p> |
|--|---|

ہوئی مِج خندان جو پرتو فلک
 ریاضِ سحرین جو چھو لی شفق
 سو کا جو دھڑکا ستانے لگا
 سنی بادِ صبحِ چمن کی جو دہوم
 ابھی کیا چکتا تھا باخِ سحر
 چمک مین نہ تارون کی بہو کی
 ستارے جو تھے زیبِ بزمِ فلک
 وہ ایک ایک کر کے روانہ ہوئے
 مگر کچھ وہ ہیں رنگِ تریں مِج
 سو وہ بھی ہیں کچھ جھلکاتے ہوئے
 ستارے جو باقی رہے خالِ خال
 جو تل کی طرح جا بجا پالیا
 فلک پر وہ کچھ روشنی صُبحی
 جو بخم سحر بھی لجانے لگا
 چھڑائی تھی مہتاب گرد و نِبات

پریشان ہوئی حیرت کی انجمن
 ہوا رنگ تارون کا یکبارِ فوق
 فلک پر نشان چھڑانے لگا
 کئے گل فلک نے چراغِ بخوم
 ہوئی روشنی ماندابِ اُسکی مگر
 کہ پھسکی پڑی جاتی ہے چاندنی
 جھپکتی نہ تھی جن کی اک دم ملک
 سحر ہوتے ہی سب فسانہ ہوئے
 چُنے گا انھیں دم میں گلچنِ صُبح
 مذمت آنکھیں چُراے رہوئے
 نہ اُن کا رہا کچھ کسی کو خیال
 انھیں چُن کے مرغِ سحر کھا گیا
 وہ ہلکی سی مہتاب کی چاندنی
 قمر اپنا بستر اُٹھانے لگا
 اُسی کے یہ سب بچول تھوڑا سا

نظر کی جو گرد و ان کی سنگاہ پر
 شفق میں ہی جو رنگ صبح امید
 کیا کاروانِ نہ شب کو مقام
 ستارو جو تھے جلوہ گر سپنج پر
 فلک نے یہ سب گوہر بے شمار
 گرے صورتِ اشک جو خاک پر
 یہ شب تری ہو گئی جب نہان
 سحر کا عمل سب مرضی ہوا
 اصول اس کے موضوع جتنے ہی سب
 ضیا صبح کی چلی اطراف میں
 شفق بھول کر رنگ لانی لگی
 گھڑی ہوا لگ شمع بھی کیا ادا
 ہوئی دل جلوں کے یہ غم میں تباہ
 تمام اس کی ترک کی جزو کل ہوئی
 اور اہر طرف رنگ صبح بہار

ہوائی سی چھٹنے لگی ماہ پر
 ہوا جاتا ہی چھڑا ہوا ہر سفید
 پسینے پسینے تھا اس سے تمام
 پسینے کو قطرے بنتے وہ سیر
 کئے فرق صبح طرب پر شمار
 وہ شبنم کے قطرے بنے سیر
 بڑھالی قمر نے ہی اپنی دکان
 خط کہکشان خطِ فرضی ہوا
 ثبوت سحر کے ہوئے وہ سب
 شب ہر جا کر چھپی قاف میں
 نئی آگ دل میں لگانے لگی
 پتنگوں کے کچھ دھیرین آس پاس
 کہ اٹھنے لگا فرق سے دو دو آہ
 سحر ہوتے ہی شمع بھی گل ہوئی
 فلک پر کھلا ایک بیک لانا بار

نمایاں ہوئے خوب آثارِ صبح
 ہوا صبح صادق کا جہدم یقین
 کوئی شاخ گل کی طرح جھومت
 اٹھا کوئی سرگرم حمد و سپاس
 اٹھے شہر کے زاہد و حق پرست
 شب ہجر سے ڈرنے والے اٹھے
 اٹھے رہشینانِ کوئے تہان
 کسی کو کوئی گدگداتا اٹھا
 گجر صبح کا غل چاٹنے لگا
 نہ جاگا پر اس پر بھی بختِ عدو
 اذانوں کی آواز آنے لگی
 ہوا جس گھڑی کم افانوں کا شور
 بطور آشیان سے نکلنے لگے
 مرغِ لالہ کو اٹوس دھون لگی
 گل اندام کپڑے پہتے لگے

جہان میں ہوا کریم بازارِ صبح
 تو بترے اٹھنے لگے نازین
 اٹھا کوئی ساغرِ کالب چومتا
 کوئی نین کی جھونکے میں بدجتا
 اٹھے رند میخانہ ساغرِ بدست
 شب وصل پر مرنے والے اٹھے
 اٹھے ساکنانِ دردِ دستان
 کوئی منہ چھپ کر لجاتا اٹھا
 جو سوتے ہیں ان کو جگانے لگا
 بنا جا کے سبزِ لب آبِ جو
 دعا سیرِ عرش جانے لگی
 اٹھا دیر سے بید خانوں کا شور
 سمن بُوروش پر ٹپکنے لگے
 شفق رشک سے خون روئی لگی
 پری چہرہ بن ٹھن کرتے لگے

یہ اچھینوں پر نسیم سحر
 اڑی بھرتی ہر آج گل کی شمیم
 جھکارتی ہے سر صبا کی حبیب
 ویا دایہ نشوونے بے خطر
 کھلے پھول غنچے چھٹکے لگے
 یہ شبنم سے تازہ ہیں خسار گل
 یہ سبز ہے یہ قطرے ہیں چھپائے ہوئے
 ہوئے برگ گل حمدین تر زبان
 چمکتی ہے شبنم جو وقت سحر
 جوشاغین گرین شوق میں جھوم کر
 ہر اک شے پہ چھایا ہی جو رنگ بنو
 جو سہج گلشن میں خوش حال
 عجب وقت ہے یہ عجب یہ سماں
 سہانی سحر سہانی فضا
 کہیں نعمت زن طوطی خوش مقل

کہ آنے ہیں جو نکون پہ چھوڑا
 کھلائی ہے غنچوں کو موی نسیم
 جنون خیز ہے بوئے گل کی لپٹ
 ہر اک طفل غنچہ کو شیر سحر
 چمن کے چمن لو ہلکنے لگے
 کہ انجم ہوئے زریں ستار گل
 کہ مغل پہ موتی بچھائے ہوئے
 خدا نے بھرا موتیوں سے دہان
 ہوئے وجد میں آکے گر یاں شجر
 اٹھیں یار کی خاک پا چوم کر
 ہے سکتے مین آئینہ آج
 فقط بخت خوابیدہ پامال ہے
 کہ حیرت کے عالم میں ہر آسمان
 بھومرغان خوش نعمت و خوش نوا
 کہیں ناکش میل مستہ حال

اٹھی ہر طرف چھپوٹ کی صدا
 وہ گلزار میں قمریانِ نعمتہ زن
 غصہ اپنی اپنی زبان میں طہور
 اُدھر کوڑیا لالہ بھی ہر رنگ کا
 کھلا ہے وہ ہنرہ یہ یون باغ باغ
 ہر اک رنگ کے خوبصورت نگین
 یہ ہوتا ہے گردِ سحرِ عیان
 وہ ظلمت کا سائے میں کچھ کچھ اثر
 یہہ دیکھا ہی تھا چشم اور اکٹے
 سنہری شمعوں کے نیزے ہوئے
 شفق کے پھر ہرے اُڑی چرخ پر
 لب جو تھا کہرے کا جو کچھ پہون
 شمعوں کے جاروئے اُکھیا
 ہوئی اکٹا شبنم سے تر گل زمین
 ہوا ختم چھپر کاؤ کا انتظام

فغانِ عمارتوں سے بانہی ہوا
 وہ صحرا میں فریادِ نراغ و زغن
 بین سرگرم تسبیح رب غفور
 مسطح زمین پر کھلا حبسِ آفتاب
 ہوں دریا میں جس طرح رشوقِ چراغ
 زمرّد کے تختے پہ دیکھے ہیں
 کہ آتا ہے کوئی بڑا کاروان
 چھپا زیرِ دامنِ گرجِ حشر
 پڑی آئے فتنہ افلاک نے
 ہر اول بڑے شکیبہ کے
 شمعوں نے گاڑی علمہائے زر
 پھٹنے لگیں اُس میں خچکاریاں
 کیا صحنِ افلاک کو بے غبار
 پھہار میں بھی کہرے کی گردِ نگین
 ہوا صاف صلیح سحر کا تمام

سنہری شمعوں کا عکس تب میں
 چمک کر دکھاتا ہے یہ صاف صاف
 یہ نہ ہون میں عکس شفق کا نشان
 شمعوں کی پانی پہ چنگاریاں
 درختوں کے سائے کا حوضیوں میں
 کھڑے ہیں مخموش اب شجر بصف
 زمین و فلک پر یہ چھایا جلال
 اٹھا کر طیور اپنے سر بار بار
 کسی کو کوئی دیکھنے کے لئے
 حسینوں کے جھڑپ میں اک نازنین
 اداسوخی و ناز کی ساتھ میں
 غور و کرم بے نیازی و ناز
 نہ رندی نہ کچھ پارسائی سے کام
 قضا و قدر اس کے خدمت گزار
 چپ و باسیت اس کے جلال حال

کہ جو گھر کرے قلب تاب میں
 کہ آئینے کا ہر بستی غلاف
 لگی آگ پانی میں اسد کی شان
 ہیں سطح بلورین پہ گلکاریاں
 کہ شیشوں میں ڈالے زمر و کحل
 کہ عالم ہے ستائے کا ہر طرف
 کہ عاری ہوئے نطق سحر احوال
 کہ دیکھتے ہیں بعد انتظار
 وہ جھانکا دریچے سے افلاک کے
 لب جو ہوا کے مسند گزین
 سحر آفتابہ لئے ہاتھ میں
 شب و روز انھیں اس ساز و بان
 اُسے رات دن خود نمائی ہو کام
 سرِ پادشہ نورِ حند و اندگار
 اک اونے صفت و بے پریشاں

مبارک سلامت کی ہر دہم دہا
یہ اشعار سب مل کر گانے لگے

برابر کیا سب کے جھگ کر سلام
وہ طائر پھربا پھربا چھپا لگے

عزل

دو عالم میں اس کی دُعا ہی رہے
یہی اسکی جلوہ نمائی رہے
یہ آگاہِ خود آشنائی رہے
یہی اس کی فرمان روائی رہے
اسے بندِ غم سے رہائی رہے
یہی اس کی عقدہ کشائی رہے
یہ چارہ گر مینوائی رہے
یہی اس کے دل کی سمائی رہے
نہ اس کی ہماری جدائی رہے
نثار اس پہ ساریِ خدائی رہے
طبیعت مری اس پہ آئی رہے
وہ دل کی طبع آرا ہی کوئی

خدا یا تری تا خدائی رہے
ترا نورِ جنب رہے جلوہ گر
تو جنب رہے شناسا رہے ذات کا
رہے تیری قدرت کا جنبِ عمل
رہے تو بری تا قیود اس سے
ترا ناخنِ حکم جنب رہے تہوینہ
ترا وشمیت رہے تالینہ
ترا جلوہ جنب رہے دودھو
رہے دل جنب رہے بقا سے تجھے
رہے تا تجھے حُسن پر اپنے ناز
سبھی جیسے پر خالقِ مینظیر
کوئی محو ہے گار رہے کوئی

ہوا آکے پاؤں سے باصدا دہ
 تو شل سحر نور افشان رہے
 میں پہنے گیا کعبہ حنیہ کو
 وہاں سے حضور خداوند تخت
 ہوا حکم کیون ہیں یہ آنکھیں پرآب
 لیا شوق سے اور پڑھ کر کھا
 بہت تیز رواد و طرار ہے
 نہیں عقلِ غل کو بھی کچھ ہم سری
 وہ بولا کہ اے شاہ ملک و سیر
 ہوا حرف زن یوں شبہ پاک و آیت
 وہی کرنا ہو جس میں اسکی خوشی
 پسند آتی ہے اسکی عرضی مجھے
 یہ فردہ تو پہنچا اُسے زود تر
 مگر کچھ دلوں مصلحت ہے یہی
 سپاہِ الم سے رہے ہوشیار

کہا اے بہارِ ریاضِ طرب
 ہمیشہ ہی شوکت و شان رہے
 سنا خود بدولت گئی سیر کو
 ہوا آکے حاضر ہے میر بخت
 دیا اُس نے اک خط بجای جواب
 کہ اے پیکِ فرخندہ پے مہر جا
 بہت اپنے فن میں تو ہشیار ہے
 تجھی کو ہے زیا بیچہ نامہ بری
 میں ہوں کمترین بندہِ منتظر
 ہمیں نے دئے ہیں اُسے یہ صفات
 کہ عاشقِ ہر وہ اور معشوق بھی
 ہے دل سے قبول اسکی مرضی مجھے
 میں اُس کا ہوں میرا کوہِ نامور
 رہے وہ مقامِ طرب میں ابھی
 حفاظت کرے اسکی لیل و نہار

| | |
|--|---|
| <p> چہر آئیہاں جب وہ بھیجے تجھے یہ شکر ہوا بحر شادی میں غرق طارہ میں ایک کبیر روان تو دیکھا کہ میر سعادت وزیر اسی سمت آتا ہے مانند موج اسے دیکھ کر شوق بے ہستیا یہ لشکر پہ غم کی چڑھائی ہو کیون وہ آواز پہچان کر شوق کی بنی تھی جو حالت دکھائی اُسے </p> | <p> کہ وصل اسکا نہ نظر ہے مجھے قدم ہوس ہو کر چلا مثل برق یہ سوچا ذری دیر دم لوں یہاں لئے ساتھ اپنے سیاہ کشر پریشان چشتہ مگر ساری فوج پکارا کہ او سرورِ نامدار سفر کی مصیبت او ٹھائی ہو کیون تیرے اسب دوڑا کو یکبارگی سٹی اسکی۔ اپنی سٹائی اُسے </p> |
|--|---|

مجاہدات

| | |
|--|--|
| <p> پلا اب توئے ساقی ذی کرم اٹھا ساغرئے طبیعت سنبھال وہ سنے ہو جو دکھلائی اپنی بھار ہے کچھ دھوپ کا عکس کہ ہمار پر تری اوٹیں کی دھوپ کے رنگی </p> | <p> کہ گھیرے ہوڑ ہے سپاہ الم مجھے ورطہ بحر غم سے نکال اڑوں صورت بوڑ گل اکی بار شہا میں جگتی ہیں شہجار پر ہوا بھی وزی گرم ہونے لگی </p> |
|--|--|

پر بندے زمین پر اترنے لگے
 اترے کھول کر قاز و سرخاب پر
 وہ کھیتوں میں چڑیاں بھی ڈالیں
 ہوا پھر وہی کار و بار جہان
 ہوا میں ابھی تک نہیں کچھ بچا
 مگر شہر میں یہ نہیں آئے تاب
 بلندی پہ کچھ دھوپا نے لگی
 منڈیرون پہ کچھ کچھ جھلکنے لگی
 غرض چاکِ حبیب سحر چڑھ گیا
 ہزاروں جوانانِ لشکر شکن
 وہ ہیں چھوڑ کر وہ سب بابِ بزم
 یکایک کھڑے ہو گئے وہ وہیں
 ادھر لوگ کچھ چڑھ کے مینار پر
 چمکتے ہوئے خود دین و تنگ
 وہ زہین چمکتی ہوئی دور سے

بہرِ کھل کے جنگل میں چڑھ گئے
 گرے مرغِ آبِی وہ تالاب پر
 وہ چُن چُن کو دانے اٹھا لگیں
 ہوئے لوگ معروفِ کارِ جہان
 رطوبت لگی اڑنے بن کر کنار
 کہ ٹیلوں کی ہے اوٹ میں آفتاب
 وہ گلشن پہ سونا چڑھانے لگی
 اتر کر وہ در پر سچکنے لگی
 قریب آدمہ گھنٹے کو دن چڑھ گیا
 وہ ہیں دامنِ کوہ میں خمیہ زن
 چلے ہیں کسی سمت کو بھرِ زم
 کسی نے ابھی اونکو دیکھا نہیں
 نظر کرتے ہیں دشت و کہسار پر
 پھر ان پر سہری شاموں کا رنگ
 کہ گویا بنی خمیں وہ بلور سے

خوشی کے پھر سب اڑا کر ہوئے
 وہ گھوڑے کنوٹی بدلتے ہوئے
 سواروں کی بزدلی پر لگا
 رگے پھر وہ کچھ دور کسار سے
 وہ کہتا ہے پھر وہ بین آس پاس
 اسے توڑنا ہے بیت کا تخت
 مقام طرب خلد منزل ہے یہ
 حیات ابد اس میں اک باغ ہے
 ہے قمر اس میں اک عیش جاوید
 اسی غم میں ہی میری حالت تباہ
 مگر ماتھے آنا بھی دشوار ہے
 اُدھر جاؤں تو ہوگی بیشک شکست
 مگر ایک تدبیر آسان ہے
 ہمارا تمہارا دمان کیا گزر
 کرین اہل قلعہ کو محصور ہم

وہ ہر شخص نیروار شکاری ہے
 اشاروں میں رگ رگ کا چلنے پر
 کہ لٹنے نہ پاسے کہیں گرو را
 مخاطب ہوئے اپنے سردار سے
 کہ تخت مضبوط باب پاس
 کہ یہ شہر ہے شاہ کا پایہ تخت
 دیار محبت کا حاصل ہے یہ
 مرے دل کو اس باغ کا داغ ہے
 انھیں وہ نون ہے فقط جھکاؤ
 کہ تھی شاہ طہوان کی یہ سیر گاہ
 کہ چاروں طرف اس کے کسار ہے
 کہ ہے گھاٹیوں پر بڑا بندوبست
 کہ صحرائے حشت میں سلطان ہے
 کہ اس جافر شتون کے جلتے ہیں پر
 رسد سے کرین ان کو مجبور ہم

در قلعہ پر چل کے ہوں جاگیر
 بھجیب آب و دانہ ہوں ناصبا
 ادھر آئے جو شاہ بھی تھہرین
 جد ہر جائے وہ ہوا دہر سدا
 سستی سب نے یہ گفتگوی عجیب
 وہ شور و جواس طرح کرنے لگے
 اُٹرتے ہی پہونچے در قلعہ پر
 وہ پہونچے ہی تھے در پہ مفرور
 بھج کرین حکمتی ہن کس چیز پر
 سوار آتے ہن کچھ ادھر زرق برق
 صفائی میں آئینہ تیغ و تفنگ
 وہ بجلی سے کچھ کم حکمتی نہیں
 یکایک قریب آگئے وہ سوار
 ہوئی فوج قلعہ کو یہ آگئی
 بڑی آتی ہے دہم بہم بیشتر

مقابل ہو کوئی تو بر سائین تیر
 طفر ہوگی ہم کو میسر صبر و
 تو جانے نہ دین ہم آئین
 رہے ستم اس پہ اپنی سپاہ
 کہتا اوس منار کے وادی قریب
 بھج گھبرا کے فوراً اُترنے لگے
 کرین قلعہ بانوں کو تا یہ خبر
 نظر آئی کچھ روشنی دور
 ٹھہرتی نہیں اب تو مطلق نظر
 سدا ہن فولاد و آہن میں غرق
 پھر اوں پر شعاعوں کی شوخی کل رنگ
 وہ آنکھیں نہیں جو جھپکتی نہیں
 مقابل ہوئے پاسبان حصار
 کہ فوج عینان قریب آگئی
 پہونچتی ہے دم میں در قلعہ پر

نظر آتے ہیں اُن کے بے طور جنگ
 زمین اُدھکی آواز سے ہل گئی
 دیا حکم وقفہ نہ زہن ہار ہو
 یہ سن کر دلیران و مردان کا
 نکل کر وہ قلعے سے ناگہان
 چلیں ہر طرف سے تو پتہ تنگ
 سفر کی کوئی راہ نکلتا نہ تھا
 بہت اڑ گئے گر گئے سیکڑوں
 مگر جوش میں آکے بڑھتے گئے
 بہت قلعہ سے شعلہ باری ہوئی
 کشاکش کے قلب و جگر مل گئے
 نہ باقی رہی کوئی ترتیب جنگ
 حفاظت کو نکلے ہیں جو شہر کی
 پہونچتی گئی جن کو جن کو خبر
 ہوئے آگ غصے میں اہل تہیز

اسی دم بجا قلعہ میں کوس جنگ
 سران سپہ کو خبر مل گئی
 اسی وقت سب فوج تیار ہو
 زرہ پوش ہو کر پے کا زار
 ہوئے فوج دشمن پہ حملہ کمان
 شب تار و تیرہ تہا میہ ان جنگ
 کسی سمت کچھ دیکھ سکتا نہ تھا
 ادھر سے ادھر پہر گئے سیکڑوں
 وہ سب موت گمنام پہ چڑھتے گئے
 نہ کوئی سپہ پر سنساری ہوئی
 لڑائی میں آخر وہ یوں مل گئے
 ہو میں بارانِ سوخت تو پتہ تنگ
 بہت کم ہیں تعداد میں یہ بھی
 ہوئے جنگ جو آکے بیرون در
 ہوا گرم ہنگامہ رستخیز

سر و سینہ پہلوئے اہل جنگ
 بہت دیر تک تیر برسا کئے
 ہوئے دونوں جانب کز کش تہی
 اڑے مرغ جان کچھ پر تیر سے
 چلی تیغ تو پشتِ زین پر رُکی
 جدائی سرو تن میں ہونے لگی
 نکالے بہوئے اپنی سوکھی زبان
 روان ہوتے ہی جان کھونے لگی
 ادھر وار پر وار چلنے لگے
 سپر کو جو کاٹا تو سر پر گئی
 چلی المضاعف دم کارزار
 جو غصے میں آکر اُبلنے لگی
 شاید یہاں تک حد و کائنات
 چمک کر چلی وہ شرارت بھری
 گری صورتِ مست وہ جس طرف

ہوئے وقف گزر و سان و خدنگ
 گلے آپ خنجر کو ترسا کئے
 ہوئی ختم بارش بھی اب تیر کی
 بہت پھل گرے شاخِ شمشیر سے
 جو اُس کو بھی کاٹا زمین پر رُکی
 لہو سوگِ دشمن میں ہونے لگی
 چلی خون پینے سوئے دشمنان
 لگے مل کے رک رک کے رو لگی
 شرار اس کے منہ سے نکلنے لگے
 جو منہ پر چڑھا اسکو دگر گئی
 کیا دو پیادوں کو را کہے پیا
 لہو منہ سے آخر اُگلنے لگی
 ہوئی چشم جو سر سے خود خون نشان
 کسی وقت شعلہ کسی دم پر لگا
 ہوئی ہمتِ جلیم فنا صف کی صف

چلی یہ تو منہ سب کے پھر نہ لگے
 ہوئی اڑ رہ جو پیتے پیتے لہو
 ہوئی محض بیکار شمشیر تیز
 چٹا حق کی آواز آنے لگی
 پڑی جس پہ اک ضرب اہل کین
 ہوئے دست و پاس کے بوجھتیا
 نہ عاج ہے جو شن نہ مانع زرہ
 اوہر کے ہزاروں ایل اوجہ بند
 بہت دیر بعد حشر پارسا
 بنیں ہوئی معلوم فتح و شکست
 اٹھا ہے یہ کیسا وہ گہرا غبار
 بہت غور سے دیکھتے ہیں مگر
 قریب آتے آتے ہوا کم غبار
 ٹھیک لوں اتنے میں اک ہوشمند
 کہ اسے نوجوانان و مردان

ٹمٹم مٹی کے گرنے لگے
 کئے قطع نخل حیاتِ مدو
 اُسٹے گرز برپا ہوئی رستخیز
 سپر ہر طرف منہ کی کمان لگی
 اسی جا ہوا گر کے نقشِ زمین
 گرے گرز تیرے لئے ایک باہ
 سنان کھولتی ہو دلوں کی گرد
 کئے اہل و ثر نے اسیر کسند
 جو نیزے بھی ٹوٹے تو اب کیا
 یہ ہیں اہلِ قلعہ بہت چوہ دست
 مخاطب ہیں و دونوں طرف سوار
 نہیں آتا جز تیرگی کچھ غنیمت
 نظر آئے اس میں علم بے شمار
 پکارا کیا ایک بہ بانگِ بلب
 وہ آتی ہے فوجِ لعین ہوشیار

لعین ابن بلعون کا سن سنکے نام
 صد آئی بوجھن سے یہ ابکی با
 خبردار تھہر نہ میدین
 متہین اس گھڑی ہر مٹ پھر
 ہوئے نعرہ زن وہ بلان جی
 بین مار گئے اور مرجائیں گے
 قریب آگئی اب وہ فوج لعین
 وہی تازہ دم لشکر نابکار
 گھرے ہر طرف سے یہ مردان جنگ
 اٹھائے ہیں دست دعا جنگ جو
 یہ معلوم ہوتا ہے سب اہل دین
 لوہر کا ہر اول ہے کفر ان جنگ
 اگر غیر مطلوب ہو جان کی
 چوٹے کشمکش میں یہ نہر بر زبان
 تو کیا ہے تراشا بلعون بھی

وہ مردود کیجا ہوئے پھر تمام
 کہ اسے پہلوانان عالمی وقار
 نہیں گھر گئے آن کی آن میں
 چلے آؤ اب قلعہ میں بے خطر
 کہ تاحشر بہہ تو نہ ہوگا کبھی
 نہ قلعہ میں پھر بھاگ کر جائیں گے
 ہوئے اہل و تر سخت اندوین
 ہوا حملہ آور یہین و یسار
 ہوا اہل و تر بہت وقت تنگ
 کہ یارب ترے ہاتھ سے آبرو
 کوئی دم میں ہوں شہر شکن
 بڑھا اور کہنے لگا بید رنگ
 ہمارے حوالے کر دو شاہی
 پکارے کہ او مردک بد زبان
 نہیں دیکھ سکتا سوے دیکھی

منارے پر اک شخص اندوہمین
 ہوا دیکھ کر سوئے در بے قرار
 ہے استادہ جس پر یہ فیروز مند
 پکارا کوئی دور سے بیہ رنگ
 وہ بولا فضیلون پہ ہے جو سپا
 اتر کر چلے وہ سبر و آزما
 ابھی رستے ہی میں ہن نیا مدرا
 پکارا وہیں خانِ تقدیر جنگ
 کہ ہمارا شاہنشاہِ منتظیر
 یہ سکر و لیران جنگی سوار
 پس پشت دشمن تہو یلہل جنگ
 گئے تیری سمت اہل ملک
 ہوا فوج دشمن کا یہ قتل عام
 اجل صحنی دور و دور سے گئی
 لعین تہن ملعون بھی مارا گیا

کھڑا ہے لگائے ہو کر دو بین
 سقر رہے یہ پہلوانِ قلمہ دار
 ہے نام اس شاکر کا جنت بلند
 کہ تبارا کچھ خانِ تقدیر جنگ
 ملک کے لئے جا اس وقت آنا
 جو باہر تھے ان کا بڑھا حوصلہ
 اٹھا پشتِ فوج عدوت غبار
 کرو عرصہ زلیست دشمن تنگ
 وہ آتا ہے میرِ سعادت ویر
 عدو پر گرے ٹوٹ کر برق ا
 ہوا حکم پر ساو تیر و تفنگ
 لعینوں ملتی بہتین راہ تک
 کہ کشوں کے پشتے لگے ہن نام
 کہ میں دوڑتے دوڑتے مگر تھی
 وہ کفران کا سدا مارا گیا

| | |
|---|---|
| یہہ دیکھا توی سب نے راہ فرار ظفریاب ہو کر پہاڑ و وزیر سراں سپہ میں ستائش کنان یہ سن کر یہہ بولا شہ فیض میں اس وقت دشت کو عالم میں تھا دین آگیا شوق میں شیر خبردار اس میں نہ غفلت کرو اس وقت میر سعاد کے ساتھ پہنچ کر بفضل خدا وقت پر غرض سب مقاصد جو حال ہوئے مسترت کی گھر گھر ہوئی دہو دہا | تقاب کنان جاہن بیشمار ہوا دست بوس شہ فیض کہ ہونے سلطان کی ہمنان مجھے لائے جدم گیا تھا وزیر غم یار سے کچھ عجب غم میں تھا سنا یا یہہ فرمان مہریر مقام طرب کی حفاظت کرو روانہ ہوا شان و شوکت کے ساتھ کیا فوج اشرار کو فی السقر مقام طرب میں وہ دہاں ہوئے ہوئے عجیب طرب خاص عام |
|---|---|

حاصلہ ملعون

| | |
|--|--|
| پلا بادہ ساتھی اٹھا رسم شرم دے جا مجھے جام تو بید رنگ مخالف ہوسستی میں جو روزگار | کہ ہو حسب خواہش مری طبع گرم تو سپرد دیکھہ میری طبیعت کا رنگ بطونے کی صورت ہو وہ بھی شکام |
|--|--|

چھے غار میں گرگ و پوز و پلنگ
 دھکین چوٹیاں بڑے سر پر
 کھلے پہول گنبدے کے وہ زرد
 وہ گل مہندی چھولی کھلے گلنگ
 وہ نیلم کے ساغر لے گا سنی
 وہ گو بھی کسے پتے اڑنے لگے
 انارون میں کلیاں بھی گوانین
 بہی۔ سیتب امرود پکنے لگے
 وہ پک کر شیر نفی ہی سب کھل گئے
 لدی ہین درختوں میں نارنگیاں
 نہار میٹکتے ہین کیا لال لال
 غضب عشق چاچ کا شاخون میل
 تراشے ہین قدرت نے کیا بمثال
 وہ کچھ پھول سرخون آہنے لگے
 کہین چھوٹے چھوٹے وہ چیری ہوں

کہ بدلا ہے قدر سو تم کارنگ
 کہ چاندی چوٹیاں ہے کہنا پر
 چلی آتی ہو کیا ہوا سرد سرف
 چمکتا ہوا وہ نہارے کارنگ
 وہ سوج کی ہم شکل سوج کھی
 بتا شے بھی دو چار پڑنے لگے
 وہ کیلون کی پھلیاں بھی گد گہن
 وہ شاخون مین کوکے چکنے لگے
 ٹپک پڑتے ہین جو ذرا لگے
 چھٹی پڑتی ہین بوجھ ڈالیاں
 جڑے ہین زمرود کی جھاڑو نیل لال
 وہ نازک وہ باریک شی کی بیل
 کرن پھول یا قوت کو لال لال
 ذرا کہیت جو بن دکھا نہ لگے
 کہین اووسے اوو وہ ایسی پھول

اتر آتی ہر صبح سپہ انام
 ہوا جب اُڑاتی ہر جھل کی ریت
 غم سے کا چلتا نہیں زور و پیر
 رضائی میں چپ کر جو لیٹے ہیں آج
 تھا جن جن کو نازک مزاجی پلاف
 بغل میں کوئی دلبر گلہ نزار
 نہیں اور جاڑے کا چارہ کوئی
 ہم آغوش دلبر ہے جو شام سے
 وہ عاشق کہ جن کا نفس شعلہ بار
 گری برف ٹھہری جو ٹھنڈی ہوا
 دم صبح ہر زور سردی کا اور
 دہری ہیں وہ پیشو کی گٹر حسین
 پلاتا ہے بھر بھر کے ساتی یاغ
 کوئی مست ہے کوئی مخمور ہے
 چلی زور سے کیا ہوا رات کو

زمرہ کی چھڑیوں پنہیم کی شام
 تو کیا لہلہاتے ہیں گیسو بکھیت
 ہر سردی کے آگے دولائی ہی تیج
 گلو بند سر سے پیٹے ہیں آج
 ہیں لاؤ ہو کر وہ بھی بھاری لحاف
 کہ سردی میں ہر لیل سی کی بہا
 اسے رونی کھوتی ہے بس یاد دہی
 اسی کی گذرتی ہے آرام سے
 انھیں یار کی سرد مہری ہا بار
 رگون میں لہوا بتو جمنے لگا -
 جدہر دیکھو ہی چائے دھو کا دوا
 کسی میں براڈی کہیں شام میں
 ہوا آتش تیرے روشن دماغ
 کوئی نشہ عشق میں چور ہے
 قیامت کا پالا پڑا رات کو

خود شالے دکھاتے ہیں کیا کیا بہا
 جو کہتے تھے اپنی کو آتش مزاج
 کہیں تھے جو گرمی کا اندر میں
 وہ گل جن دھاکے کی لعل تھی بار
 قبا تھی گران جن پہ تنزیب کی
 کہیں کمرے میں تاپتی ہیں چین
 وہ رنگین کیسے چلتے ہوئے
 نہیں بجاتی مطلق درختوں کی جھاڑ
 نہیں چھینٹ سہی خالی کوئی دکان
 نزاکت بھری لکھنؤ کی وہ فرد
 غرض سب کے لب پر ہر سوزی کا ذکر
 فقیر انہو کٹل میں بیٹھا ہر مست
 روائے نگارین ہر لطف محبوب
 جو بھرہ سینہ تو دم شعلہ
 لگائے ہوئے سوز دل کا لاؤ

کوئی شل اوڑھتا ہے کوئی جامہ اس
 چڑھائی ہیں دستا ہنوں پہنچ
 پٹے پاتا بون کے اب پھر میں
 نہیں آج کٹل سے بھی ان کو عا
 پہنتے ہیں اب کوٹ۔ چکن ہی
 کوئی اتہہ ہی سیکتا ہے کہیں
 انٹلیٹھی میں کوئے دہکتے ہوئے
 ہوا میں ٹھٹھرتا ہے اب اتہہ پاؤں
 اترتے ہیں بات پھلو کے تھان
 کہیں سرخ و سبز اور کہیں ہر روز رو
 مگر فضل حق سے یہاں کیا ہر قدر
 پیالے چڑھاتا ہے جام الست
 رضائی کی جا ہے رضا حبیب
 میں انگاہ سے مراغ غم عشق یا
 فقیر اپنی سوچوں کو دیتا ہے تاؤ

قریب آٹھ بجنے کے پہونچے مگر
 یہ معلوم ہوتا ہے۔ ہے وقتِ شام
 یہ لُوحِٹ گیا اُن کی آن میں
 نظر آتے ہیں جتنے تالابِ خام
 میسر نہیں یہ بھی کپڑا اگر
 وہ پانی پہ کالی بھی جمنے لگی
 وہ ندی کا زورون پہ بہنا نہیں
 سون۔ چٹیلہ کے چچے سحر
 کلنگ اور سُرخاب باندھ قُطا
 کندہ کناری وہ بگلو کی صف
 برابر جو بیٹھے صف میں باندھ کر
 پئے سیراب لوگ جانے لگے
 یکایک اُمّادشت سے وہ جبا
 دُری در گزری ہے۔ اس کو ابھی
 یہ دیکھا جو ہے تو پھر زود تر

ابھی تک نہیں آتا سورج نظر
 قیامت کا چھایا ہے کہ تمام
 نکلنے لگے لوگ میدان میں
 وہ اُور سے ہیں کھنٹی کی چادر تمام
 شگھاڑوں کے تونوں ڈھانکی ہیں
 وہ کچھ دیار دریا کی تھمنے لگی
 وہ پانی بھی جھیلوں کا میلا نہیں
 چلے آئے کہسار کو چھوڑ کر
 گریے لگے جھیلوں پہ وہ بٹیا
 حوالے معمولے بطنیں ہر طرف
 کچھیں جدولین صفحہ آب پر
 شکاری بھی جھیلوں پہ آئے لگے
 ہوئے لوگ حیرت زدہ ایکبا
 نظر آئی کچھ فوج اشہار کی
 چلے جانبِ شمسب چھوڑ کر

پہونچتے ہی قلعے میں برناؤ پیر
 سنی اُس نے جدم یہ اُرتی خبر
 و عادی کہ اے شاہِ فرخندہ
 سنا ہے کوئی لشکرِ جنگ جو
 یہ معلوم ہوتا ہے ملعون شاہ
 سنایہ تو وہ شاہ فیروز جہ
 لعین اور کفرانِ جہ
 نہ تھا تو بھی قلعہ میں خوش صفا
 اب اس وقت جو مصلحت تیری
 کہا اُس نے اے سرورِ سروران
 جو آتے ہیں آئے انہیں کیجئے
 بنیں تو یہ خدشہ رہے گامِ
 تر و نہ ز غبارِ کچھ کیجئے
 کہ سرکردہ فوجِ شیخِ جلال
 ہے اک اور تہذیبِ پیرِ حسنِ حضور

گئے پیش میرِ سعادت وزیر
 تو پہونچا حضورِ شبہِ داوگر
 رہے تا ابد تیرا دیہیم و
 ہے گہیری ہوئے شہر کو چاروں
 خود آیا ادھر لے کے اپنی سپاہ
 ہوا یوں سخنِ سنج از رویِ قہر
 تھے اُس وقت صحرا و حشت میں
 مگر کھلی اللہ نے اپنی بات
 اُسی کو سمجھہ عینِ مضیٰ مری
 ہے قلعے میں اب لشکرِ بکیران
 ابھی سے نہ محسوس و غایکے
 پڑے روزاکِ جنگِ تازہِ کام
 مگر حکمِ اس وقت یہہہ دیکھئے
 رہے ہر دم آمادہ بہرِ جہال
 نہ باقی رہے کوئی اہلِ غرور

بڑھیں جبے لے کر تیغ و تفتنگ
 لکیریں گے تو ہوں گے وہ اک دم پست
 کرے چاروں جانب سے حملہ پشیا
 طلسم مصیبت ہر اک راہ میں
 غضب کی دمان آگے شعلہ
 غرض رات شہر ہی مناسب ہی
 کہا شاہ نے پچھو یہ دوستوں سے
 جدائی سہ گواہ کی مڑا ہونین
 مقام طرب میں خدا کی قسم
 یہی جی میں آتا ہے اب آ وزیر
 بچہ سو پ جاؤں یہ ملک پشیا
 سنایہ تو بولا وہ دانا وزیر
 ابھی آپ چند ہی اسی جا رہیں
 خدا چاہے تو جلد یکسو ہو جنگ
 کر رہے تھے بھر اطاعت ہم

انھیں کر لیں حلقہ میں مردان جنگ
 ابھی سو یہ خفیہ یہ بند و بست
 نہ باقی رہی ایک بھی کینہ خواہ
 جو بجا گین گرین سب اسی چاہ میں
 اسی میں جلدیں خوب یہ بہرین
 کسی کو نہ اس کی جوئی آگہی
 کہ واقف ہو تو در و در سے
 مگر دن مصیبت کے بہرنا ہونین
 بہنیں چین دل کو کہ کوئی دم
 روانہ ہوں میں سو مہر منیر
 رہے رات دن تو بصد غم و جا
 کہ کچھ یاد ہے حکم مہر منیر
 جدائی کا غم اور کچھ دن بہنیں
 روانہ ہوں پھر اب دوسرے ہنگ
 حضور میں حاضر ہو یہ غلام

| | |
|--|--|
| غرض کیا مجھے عیش و آرام سے نہ چھوڑی رفاقت کبھی آپ کی فراغت جو اس جنگ سے نصیب جو یہ عزم ہے پہلے یہ کیجئے اُدھر کی طلب پہلے درکار ہے مجھ سے سن کر ہوا خوش شہید اٹھا کروہین خامہ اشتیاق | مجھے عشق ہر آپ کے نام سے رہا ساتھ صحرا و دشت میں باہی چلین دونوں سو دریا حبیب اجازت وہاں گنگا لیجئے کہ بلہ اون جانا بھی ہنوار ہے کہ مہنی تھی حکمت پہ راؤ زیر یہ کی صفحہ ہم پہ شرحِ فرا |
|--|--|

استعانت

| | |
|--|---|
| مری روح و سفاکِ نکلیں غدا رخ رشکِ گل کا ہر جیسے زو یہ رنگِ طبیعت یہ جوشِ فراق کہیں اور ہی گل کھلاؤ نہ اب کہاں تک ٹھاؤ نہیں یہ بارِ غم سین ہوں جان کنی میں کالوچھ کے گرمی عشق نے ہوش گم | گلستانِ زخمِ بگڑگی بہار سماتا نہیں اب مکرول میں شوق تھکارے گلے ملنے کا اشتیاق کہ سٹی میں اُمیدِ دل جا ب کہاں تک ہوں تھنہ مشقِ الم تم اگر گلے سے لگا لو مجھے ہو اپنے دامن کی دوا کے تم |
|--|---|

کرو تم میرے گہر جو آنا قبول
 نہیں اب تھل کا یا راسھے
 لگی جان جدم تم آئے تو کیا
 جوانی کو کہتے ہیں اہل تینہ
 ملو اس جوانی میں تم اچھو عیب
 میرے مڑی جانے سے خوش ہو کر
 بلا سے میں جی گزر جاؤں گا
 بلا سے تمھاری جیون یا مروں
 اٹھائے وہ صدمے کہ گہر گیا
 بنے جس طرح اب بلاؤ مجھے
 اگر میرے مٹنے سے ہو ٹکوعا
 دے ہے یہی خالق ذوالجلال
 میرے بعد پھر تم کو نفرت کہاں
 نہیں ہرج و مرج واد میرے بغیر
 جو تم سا بناتا مجھے کردگار

لٹاؤں میں کیا کیا تمنا کیوں
 تمھاری جدائی نے مارا مجھے
 میرے بعد تشریف لگا تو کیا
 بہار گلستانِ عمر عزیز
 یہ دن اور راتیں کہاں پہنچ
 تو پھر کیا ضرورت نہ کو کچھ خبر
 کسی کو مگر خوش تو کر جاؤں گا
 مگر تم کو ناراض میں کیوں کروں
 لیون پر دم مضطرب آگیا
 رہا آدم و شد بتاؤ مجھے
 کسی کو کسی پر ہے کیا اختیار
 عدو پر نڈالے محبت کا جال
 یہ ہر وقت کا بیخ و زحمت کہاں
 مبارک تمھیں باغِ خوبی کی سیر
 تو پھر کیا تمھیں تھے مرے دوست

| | |
|---|--|
| مرے غم کا ساتھی الم کا رفیق کرو و دشمنوں سے اب درگزر طلسم مصیبت میں ڈالو انھیں تو اب تک نہ ہوتا یہ رد و بدل دعا پر میں کرتا ہوں اب خضاء ہیں جب تک کہ گلشن میں اسادہ سلامت رہو باغ امکان میں تم پھر آنا انھیں پاؤں اب خوش صفا | تھارے سو اکون ہر اب شفیق مرے حال کی ہر تہمین اب خبر مقام طرب نکالو انھیں مری خستیاں جو ہوتی اہل کرو تم وہی جس میں تم خوش ہو یا ہیں جب تک کہ گلشن میں اسادہ رہو چلتے پھر گلستان میں تم کہی شوق سردی کے نامیہ بات |
|---|--|

تائید و نصرت

| | |
|---|--|
| کہ ہو یا رتائید پروردگار کہ قایم رہوں صورت محض ذات و کھا حکم نصرت خط جام میں گھٹنے لگی برف کہسار پر ہو ابھی دُری تیر چلنے لگی ہوئے خوبابو میں اب تہ پاؤں | پلا سا قیاسا غلطف یار پلا سب قیوداٹ سردی نجات کہر اہوں میں اینوہ ادایم قریب آتی جاتی ہر اب دو پھر صدائیں سب سے نکلے لگی قریب لگی وہ درختوں کی چھاؤں |
|---|--|

پیرلی سے پھرنے لگے جانور
 وہ ہر لہر بجلی دکھانے لگی
 بیت صاف گوسپہ کہن
 و رختون پہ بیٹھے ہن کچھ دور دور
 ہر آن اور چستل سٹھلنے لگے
 ہوئے آب شیریں جو بہہ ور
 جو سڑکوں پہ مزدور تھے جا بجا
 بچے بارہ سب کو جنبہ ہو گئی
 مگر وہ پڑے ہن جو میدان میں
 یکایک یہ لوطیل جنگلی بجا
 کئی روز نقارے بکتے رہے
 رہن تین دن یونہی طیاریاں
 ہر دو ہو کے مین میسر عادت فیر
 اسی وہ دانستہ خاموش ہے
 ادھر جتنے افسر تھے سب آئے

وہ پانی پہ گرنے لگے جانور
 نظر پانی پر تلمسلائے لگی
 وہ منڈلا رہے ہن مگر کچھ غن
 وہ اڑتے ہن تالون پہ بھی کچھ طیور
 وہ پی پی کے پانی اچھلنے لگے
 تو کیا کیا کلیلون پہ ہن جانور
 وہ تکتے رہے سایہ اشجار کا
 کہ فرصت ملی دو پھر ہو گئی
 ہن ڈوبے لڑائی کو سامان میں
 کچھ چارون مین کیا گونج اٹھی صدا
 ترائی مین بادل گر جتے رہے
 فراہم ہوا لشکر بیکران
 کہ شاید ابھی اور آئین شیر
 مگر شاہ ملعون کو چوش ہے
 وہ قلعہ کی چارون طرف چھا

بڑے کبر جنگ اور آغا ہوا
 پکارا یہ ملعون از روی کین
 کہد کوششین آج میدان میں
 اوہر سے حکم شہر با خدا
 جو یہ دونوں لشکر صف آرا ہو
 ہوئی جنگ مغلوبہ وقت شام
 یونہی جنگ مغلوبہ ہوتی رہی
 کٹے تین دن اور اسی نگے
 اٹھا ہے وہ میر سعادت فر
 وہ ملعون مرد و درت حلیل
 اگر حکم پامین لب شاہ سے
 ابھی چاشت ہے اور آغا جنگ
 جو لڑتی ہر اس وقت فوج تسلیل
 بیٹن گوجو یہ مار کھاتے ہوئے
 جو ہو جائیں گیجا وہ مانند فوج

غضب خان جو میں اس لڑیا
 ہے لینا مجھ انتقام لعین
 کرو قتل ان سب کو اک آن میں
 بڑے میر تسلیم و تیغ الرضا
 بہم نارا اور نور یک جا ہوئے
 نہ نکلا نگر اس لڑائی سے کام
 اجل نخت ملعون کو روتی رہی
 فریقین گھبرا گئے جنگ سے
 یہ کہتا ہے اسے خسرو منظر
 سمجھتا ہے ہر یہ جماعت قلیل
 نکل آئیں فوجین کین گاہ سے
 پہنچ جائیں گے دن و صلی بیدر
 چلی آئی مٹی ہوئی تانفیل
 چلے آئیں گروہ دبا تے ہوئے
 نکل کر اٹھیں گھیرے اپنی فوج

| | |
|--|--|
| <p>اسیم بحکم شہ نامور گھرے جس گھڑی وہ کمال پہون لے جب یہہ و د شکریشہا کیونہ باقی رہا تن کا ہوش کہ اتنے میں اک لشکر بے حساب ہوا اہل قلعہ کا اگر معین بڑھے یہہ جو باگین اٹھائی ہوئے ریا اور کبر و ہوا و غضب جو ماری لڑائی سے زندہ بچے گرے اس میں جو بول و روناک نشان بھی ملا پھر نہ بدخواہ کا مگر شاہ کو ہے یہہ حیرت کمال</p> | <p>یہہ پہونچا دی فخر نے سب کے خبر نظر آئے سور و ملح سے فزون زمین پر قیامت ہوئی آشکار مگر فوج ملعون ہوئی سخت گوش کہ چہرون پہ ڈالے ہوئے نقاب یہہ دیکھا تو خائف ہوا اہل کین تو بھاگے وہ سب دم و باہوئے ہوئے ساتھ ملعون کی ان سب طلسم مصیبت میں جا کر گرے وہیں ہو گئیں ہڈیاں جل کر خاک فقط رہ گیا نام اللہ کا کہ لے کہاں یہ قدسی خصال</p> |
|--|--|

طریقت

| | |
|--|--|
| <p>چھکا دی ابلہ ساقی ذوق فزون نہ چھوٹا کسی جام سے آج تک</p> | <p>کہ سخن الی ربنا را غیبون کہ احتجبت و اہتیت خیر امک</p> |
|--|--|

دے جا تو ساغر کہ تیرے بغیر
 دھلاؤں سنہری ہوئی سطح
 دکھاتے ہیں چوٹی وہ زترین کھجور
 چلے سوئے مے خانہ آزاد رند
 شاعروں کی ٹیلوں پہ ہیں کچھ نشان
 وہ فردوس رکھوں آنے لگے
 کچھ اسخ پر وہ وہ افلاک پر
 وہ جو لکے ابر ہیں دور تک
 شفق پہول کر یہ ہوئی خون نشان
 ہوا ہر طرف اک سکوت آشکا
 جو تھوڑی سی آتی تھی بدلی نظر
 ہوا جھٹ پٹا وقت بدلا سامان
 ہنیں بدلیوں میں بھی اب چمک
 فلک روشنی کی کھونے لگا
 درخت اپنے چہرے چھپا کر لگے

ہے ویرانہ مجھ کو حرم ہو کہ دیر
 پہاڑوں میں چھپنے لگا آفتاب
 گیا بھاگ کر سایہ ٹاڑوں کا دور
 لگے ڈھونڈنے آستیا پرند
 چلے گاؤں کو لے کر گلے شبان
 سر کو مسافر بھی جا نہ لگے
 ہنیں آتا اب زرد سورج نظر
 ہوا ان میں بھی یاقوت کی چمک
 بنا عرصہ قتل گاہ آسمان
 ہوا کم ہوئی ٹھہری دریا کی دھما
 وہ سونے کا پتھر بنی سرسبز
 لگا کھونے جد شب آسمان
 بنا گنبد سنگ موسے فلک
 اندیرا سا باغوں میں ہو لگا
 بخارات وریا پہ چھانے لگے

اندھیرا ہوا خوب ہر راہ میں
 اتر کر سوار سی وہ اک جوان
 قریب کے اُس نے اٹھائی نقاب
 ارے یہ تو ہر شوق شہ کا میسر
 یہ فرمایا شے کہ اسے عکسار
 کہا اس میں دوشخص سردار ہیں
 میں بیان کہ محکم نیرنگ گنگ
 کہا کیوں یہ ڈالے ہیں منہ پر نقاب
 گیا شوق یہ کہہ کے کہسار کو
 گیا لے کے شہان کو خلوت میں ساتھ
 اٹ کر نقاب ان کے رخسار سے
 کہا شوق ہی کیلئے عکسار
 وہ بلا کہ ہیں اب پر اب نصیب
 گئے کے جس دم میں نامہ دہان
 بہت غور سے لے کے نامہ پڑا

جلین مشعلین شکر شاہ میں
 پیادہ ہوا سوئے قلعہ روان
 تو بولا وزیر الممالک شتاب
 وہ ہو چکا حنفیہ شہ منقطع
 یہ ہیں کون مردانِ حمت شعاع
 مہماتِ ملکی کے مختار ہیں
 یہ ہیں نصرۃ الدولہ تائید خبک
 کہا ہے یہ نامہ مومن حجاب
 بلا لایا ہر ایک سردار کو
 بٹھایا پکڑ کر محبت سے ہاتھ
 ملایا وزیر و مہن دار سے
 بیان کر جو لایا ہو پیغام یار
 کہ طالب ہی خود آپ کا و جلیب
 ہوا ہر مجاہد پر بہت مہربان
 بلا کر پھر ان افسروں کو کہ

اسی وقت مع انپر لشکر کے سب
 یہ کہنے لگا مجھ سے وہ عرشِ جا
 اُسی راہ سے اس کو لانا ادھر
 یہ کہنا تو اس سے کہ سب چھوڑ کر
 جسے چاہتے ہیں بلاترہیں ہم
 یہہلے اسکو دنیا تو لوحِ یقین
 مقامِ اول اسکا ہر بابِ مجاز
 ہدایت کرے لوح جس بات کی
 جو اوہی حیرت کی حد آو گی
 نہ دیکھے گا کوئی تو اپنے سوا
 وہاں جو گذرے گا ہے وشت ہو
 جو کچھ حق ہے دیکھے گا تو بس وہاں
 وہاں سے آگے ہی سرزمین
 یہاں تیری نظروں میں ہے لقا
 بس اک عالمِ قدس ہو گیا ہاں

روانہ ہو سوئے مقامِ طرب
 یہاں آنے کی ایک اور تہ تیگرہ
 کہ ہو منزلوں کی اسے حسب
 ادھر آ طلسمِ خودی ترک کر
 نظر کر وہ اپنا بنائے سن بہم
 پیادے کی منزل کا یہ سب کہیں
 یہ کہنا کھلے گا وہاں علمِ راز
 وہاں تجھ کو انبہر کرنا وہی
 تو یہ لوحِ آئینہ بن جائیگی
 انا الحق کی ہرمت ہو گی صدا
 نظر آئے گا ایک ہی چار سو
 نہ ہو گا کوئی واسطہ درمیان
 ملین گے جہاں پہلو تجھ سے ملین
 رہے گا نہ کوئی ہمارے سوا
 تعدد نہ تمیز کا کچھ نشان

ہنیں منزل عشق میں نظام
 وہ شیطان کچھ ہی نہ طاعت کچھ
 نہ جبر کچھ شی نہ کچھ اختیار
 نہ ہی کفر کچھ شے نہ اسلام کچھ
 نہ ترتیب کچھ ہی نہ کچھ اختلاف
 دینی کی کسی جاسمانی ہنیں
 نہ اقرار ہے کچھ نہ انکار ہے
 نہ میں ہوں نہ تو ہی نہ ہر حال
 تری اس میں تعلیم منظور ہے
 ایک مارنے سے کہیں پیشتر
 ہنیں ملتا ہر شخص کو یہ مقام
 جسے چاہیں کرتے ہیں ہم اس کیل
 نہ جس کی ہم اس میں ہدایت کریں
 روانہ کئے دو وزیر اس لئے
 کریں گے اب تک نہ بھگو جدا

میں دکھلانے پر تجھ کو سار مقام
 نہ دوزخ بیان ہی نہ جنت ہی کچھ
 وہی کفر ہے جو کہ ہے غیر یار
 نہ زنا کچھ ہے نہ احرام کچھ
 ہے افساد ہی مطلع عشق صاف
 بیان غیر سے آشنائی نہیں
 جد ہر دیکھتے یار ہی یار ہے
 گمراہ نظر کردہ ذوالجلال
 ہنیں تو رہ قدس کیا دور ہے
 سے ساتھ ہوتا تو شیر و شکر
 کہ اس شان کا خاص حمت ہی نام
 کہ یہ سب سے اپنی عنایت کا کھیل
 وہ کہا یا کرے تا ابد بھو کرین
 کہ لے آئیں یہ بھگو آرام سے
 جو وعدہ کیا ہے کریں گے وفا

| | |
|--|--|
| <p>سنا یہ تو وہ عاشقِ منطیس دہان جتنے قلعے فلکِ قدس تھے سقر کے اپنے ناسب دہان شاخِ ان رت یگانہ ہوئے</p> | <p>اٹھا جب فرمانِ مہرِ شیر حوالے کے خانِ تقدیر کے سحر ہوتے ہی ہو گئے سب ان سوئے قدس پانچونِ روانہ</p> |
|--|--|

غزل

| | |
|---|---|
| <p>چلے ساقیا دور گم ہوں حواس اٹھا جامِ زرینِ پلا بید رنگ دھلے زعفرانی شرابِ نیا وہ نور آئے آمون پہ ہر کیا سما دکھاتے ہیں چار پھولِ نیل ہے اس زرد چادر میں اتنا اثر دیا کس نے یہ آبِ زربقیاس یہ زربفت اور کامدانی کا کام یہ ہستی دکھائی ہر پھول نے نظرِ طرفہ تر رنگ لاسنے لگی</p> | <p>کہ جو بن دکھائے بستی لباس کہ عاشقِ کھٹے میں ہر زور و زنج کہ مستی میں کھولوں میں رازِ مجا چمکتی ہیں پھر اج کی کلغیان ہیں پروردگارِ پھولِ سرخ ادھر جا کے آتی نہیں پھر نظر کہ کہیت کا ہے بستی لباس کیا کس نے محل پہ یکساں تمام کہ آنکھوں میں سرخ لگی پہونے جھیلی پہ سرخ جانے لگی</p> |
|---|---|

چلی لہٹنے رنگِ عشاق کو
 طبعیت جو یہ لطف اٹھان لگی
 سنہری ہوئی سن کی کپی پھلی
 گلے میں کھجور روکے وہ چمپسی
 وہ پھولا کسم غیرتِ زعفران
 سنہری امبیل کی نتھہ بول
 چمکتے ہیں گوندی کے پھل دور سے
 چمک میں وہ سینکونکی ہو کیا ہوا
 وہ ہلتی ہو سر سے کی سوکھی پھلی
 جو بندے ہیں کپھج کے زبیر
 مسکی وہ پھلیاں جو کچی تین سب
 وہ کیا کیا چشتی ہو کر کھ کی پھانک
 وہ لیمون جو کھٹے کاغذی سنہر تر
 پیار سی کسو بنی ہے جو سامنے
 وہ پہننے ہیں سوکھ کی بھی ڈالیاں

وہ سو جی نہ سو جھ جو قزاق کو
 قیسون پہ زردی سچی کھانگی
 چھڑے اور چھاگل کھانے لگی
 پنچائی سے موسم نے چمپا کھی
 بنار شک کشمیر ہندوستان
 وہ پہنے ہو اور کیل ہے زرد پھول
 کہ یہ قدرتی زرد موتی پھلے
 کہ قدرت نے کھینچے ہیں سوکھ تار
 لٹکتی ہو سونے کی یا چمپا لڑی
 دکھائی ہیں سونے کی جگنو کسیر
 بوڑے زکھشن ایندین کس نے آب
 بٹائی ہو قدرت کے گندن کی ڈانک
 لٹکتے ہیں اب بکے تعویذ نہ
 بلاق اسکو سو فکے کس نے دی
 سنہری امبیل کی بالیاں

وہ گیسند کی شاخیں جو تہیں بنیں
 ہوئی زرد پک کر پھلی سیم کی
 خزان بھی ہر گویا بعض اشجار کی
 وہ چمپا کہ خجالت وہ لا جورد
 اٹھائے ہوئے ماتھے سونے کی
 ہوئی الفت ایسی اسے مہر کی
 جو داؤدی کے زرد و غنچے کھلے
 وہ پہنے ہوئے سبز پتے کہین
 ہری گودھ کیلے کی تھی جو ادھر
 لئے جامِ زرین بعد آفتاب
 پیتے کو۔ امرو کو۔ شکل ورد
 سہری جو گوبھی ہین پھول آدھین
 چھڑک کر زبرد گر کو نڈون شہر
 وہ پھولوں پہ ہر سمت چھایا بہت
 عجب مست خوشبو چورون کی آج

ہین لٹکے کندن کے ٹھکے تمام
 چمکتی ہین کیا بھلیاں جمپہی
 وہ ملتے ہین پتے سہرا بھی
 ملا کیا ہی جھومرا سے زرد زرد
 دکھاتی ہے سوئی وہ آرسی
 کہ بڑھ بڑھ کر کندن کی گنگن بنی
 کرن پھولن کو کہاں سے ملے
 گل اشرفی کی حما ائل حسین
 بنی جوار پکھراج کا سبر
 وہ کیا زرد زرد آج پھولا گلاب
 دے گیسند کس طرح زور زور
 کٹوری یہ سوکے اوندھائی ہین
 اٹھایا ہے سین کا کس نہ خیر
 وہ لمبل بھی گاتے ہین کیا کیا
 کہ پر ہنیر گارون کا بدلا مزاج

و خنک وہ اُتری آتی ہے وہ ہوا
 پڑا زرد کرکون کا عکس آب میں
 جو اُسی میں مرغا بیان کچھ اُوہر
 لئے جاتے ہیں آج ازلِ عقول
 بستی ہے یہ جامہ ہر بشر
 ہے مشوق یا خادرو ہے
 نہ کیون اتنی زردی یہ عقل و
 مگر دمِ محبت کا ہوتا ہوا
 لئے ہے کسی کی محبت میں جو گ
 غضب ہو گا اُس کا رخ دلپذیر
 وہ نڈن سا چہرہ دکھتا ہوا
 بسنتی فقط ایک تہ بند پاس
 رفیق اُس کے کیا کیا محبت شمار
 مزاج اوس کا ہوم سنبھال ہو
 جین کیلئے خیر شاہنشاہی

زمین پر بھی سونا چڑھاتی ہے وہ ہوا
 ہوا زرد پانی بھی تالاب میں
 اُڑاتی ہیں سیلو وہ ہر تال پر
 کوئی زعفران کوئی کن کوئی پھول
 کہ ہلدی بھی شرماتی ہے دیکھ کر
 جسے دیکھتے زرد ہی زرد ہے
 یہ چایا ہے اُڑا کر کے عاشق کا رنگ
 وہ جاتا ہے وہ سیر کرتا ہوا
 وہ سنتا ہے بس جو گیا اور بروگ
 ہے پروانہ جس شمع کا مینے طیر
 وہ گورا بدن کیا چمکتا ہوا
 سجیلے بدن پر غضب کا لباس
 حسین و طر حدا عیالی و قار
 وہ سانپ آستینِ یمن پہا ہوا
 فقیہی میں بھی صولتِ خسروی

| | |
|--|--|
| <p>بھرا پاک دل میں کسی کا نیاز یہ معلوم ہوتا ہے کوئی امیر جو چلتا ہے وہ نو گرفتار غم چلا اس ادا سے وہ شاہِ چکل جو کہتا ہے کوئی گرم کیجئے تو کہتا ہے وہ ہنس کر اوچھل کھلا اس پہ ایسا بسنتی لب لبا اثر عشق کا اتنا پیدا ہوا بہت دیکھ کر جلوہ شائق ہوئے زمانہ کل اُس کا بروگی بنا</p> | <p>پراس پر بھی ہر لحظہ سیرم ناز ہو از لف جانان کا تازہ اسیر اٹھاتا ہے کس ناز کی سو قدم کہ بس پسینے سے دو عالم کو ذرا ذرا دیر سائے میں دم لیجئے جسے گایہ آسن وریا سپہ کہ سوچ ہو ادیکھ کر بدحواس اُسے جس نے دیکھا وہ شیدا ہوا بہت نام ہی سُن کر عاشق ہوئے خدا جانے یہ کون جوگی بنا</p> |
|--|--|

باب غفلت

| | |
|---|---|
| <p>پلا ساقیا غریبِ شان کہان کی میا اور کیسا حجاب پلا دے نئے رمل کے خم کو خم شفق نے جو چہرہ کا فلک پر شہنا</p> | <p>دکھا عجب کوشتہ میں سیر حبان دے جاتو بھر بھر کے جامِ شرب کہ ہوں ذوقِ مستی میں یہ ہوش کم اٹھا خون میں ڈوب کر آفتاب</p> |
|---|---|

اثر نیند کا صبح کو نہ لگی
 سحر مل کے غارہ ہوئی خندہ زن
 ہوا جاوہ پیمیا شہ منہ ظہیر
 بلا گرد اقبال فیروز مند
 وہ شاہ زمانہ اسی شان سے
 نظر آیا وہ ایک باب بلبند
 یہ کیسی عمارت ہی کیا نام ہے
 وہ بولے کہ ہے کوئی شہر حجاز
 کہا کس کے ہے زیر فرمان یہ شہر
 کہ اس کا بھی حاکم ہے ہمیشہ
 وہاں کہتے کچھ اور بھی انتظام
 کہا شہ نے دیکھوں گا میں بھی اسے
 کہ ہر شاہ راہ محبت قریب
 نہ زخار جامین اوہر کو حضور
 وہ اک راہ ہے دور و تاریک

بجلی رخ ہر دہونے لگی
 لگی پہوٹنے زعفرانی کرن
 جلو میں وہی اسکے چارون شر
 لگائے ہوئی چتر بخت بلبند
 چلا جا رہا ہے عجب آن سے
 رفیقوں سے بولا وہ اقبال
 بھلا اس کا جنگل میں کیا کام
 اُسی کا ہر یہ باب غفلت تاب
 ہوئے حرف زن یوں وہ فیروز بہر
 پر اسے عاشق صادق منہ ظہیر
 نہیں منزل عشق سے اس کو کام
 یہ سن کر یہ کی عرض صحاب نے
 اوہر جانے سے ہوگی رحمت نصیب
 کہ پھیر اس طرف سے پڑ گیا ضرور
 بہت کم نکلتے ہیں اس سے بشر

| | |
|-----------------------------|-------------------------------|
| کہا شاہ نے یہ مرے دل میں ہے | کہ سب دیکھوں جو پہلی منزل میں |
| یہ کہہ کر چلا سو شہر حجاب | بڑھے آگے یارانِ نعمت مآب |
| ادھر کے ارادے جو کامل ہوئے | وہ سب بابِ غفلت میں داخل ہوئے |
| نظر کی جو پھر کرا دہرا دہرا | تو اک دوسرے کو نہ آیا نظر |
| جو پیش آئی راہ اُمید و ہراس | پریشان ہو پاچون شکلِ حواس |
| چلا شوق پر سو مہرِ منیر | یہ سمجھا لے گا وہین منظر |

حیلہ

| | |
|-----------------------------|------------------------------|
| اٹھا سا قیاجام صہبائے ناب | کہاں تک پھروں شتِ غمِ حجاب |
| پلا سا غرِ عشق وہ ہمیشہ سال | کہ ٹپکے نگاہوں رنگِ جلال |
| بنا نشہ کے کو وجہ سرور | ہے دنیا میں درکارِ حیلہ ضرور |
| گیا شمس جو تابہ نصف النہار | بنی سطحِ بحر روانِ شعلہ زار |
| ہوئے دھوپ کے گرم و شگال | دکھانے لگا مہرِ تابانِ جلال |
| صف آرا شعاعوں کا لشکر ہوا | درختوں کا سایہ برابر ہوا |
| سُنو حال اب شاہِ آفاق کا | بڑھا حوصلہ چشمِ شتاق کا |
| چلا جا رہا ہے اٹھائے قدم | ہنیں کچھ رفیقوں کو چٹے کاغذ |

| | |
|-----------------------------|------------------------------|
| کیا ایک ملا دشتِ مازندران | گیا ہوگا کچھ دور شاہِ جہان |
| کفِ دستِ میدانِ آیا نظر | وہ صوابِ انہول و خوفِ خطر |
| نہ سایہ کہ دم لے مسافر بہین | نہ پانی کہ تازہ ہو جانِ خرین |
| جدہر دیکھو سنسانِ گلِ تمام | نہ جانے کارِ ستارِ جانتا ہم |
| ہوا خشکی سے بہت بد قرار | تھکاؤ نہ شاہنشاہِ نامدار |
| زمین پر گیا بیٹھ کر کبارگی | نظر آئی جو شکلِ حیا رگی |
| دکھائی دیا شہ کو اکا بہرین | کہ اتنے میں اس نہ نخل کہن |
| یہہ سمجھا دیا حق نے خلواتر | وہ غولِ بیابان سے دیکھ کر |
| نکرتے ہی اُس خرین سے گناہ | پڑا کھول کر منہ سوئے پاؤں |
| وہ ہستی سے اپنی سفر کر گیا | جلالِ محبت اثر کر گیا |
| یہہ دیکھا تو اٹھا شہِ دادگر | نکرا ہونے کے بے خود وہین خاک |
| کیا پڑھ کے اس وقت کچھ نہیں | زرا و ترشہم زراہِ کرم |
| ہوا اُس حیا سے کرم پر نثار | اُسے ہوش آیا تو پروانہ وار |
| ہوا دشتِ شہِ شکلِ مصرِ روان | پڑا کر اُسے دوش پر ناگہان |
| کہ دیوؤں کا شکر نمایان ہوا | کیا ہے ذری و دروہ با وفا |

سیاہ ہوئے سبائے دیکھ کر
 کہ بیشک بیرون کا دروازہ
 بہت کام نکلیں گے اس بیان
 کہ اس دیوتے آن کی آن میں
 ہوا گرم سامانِ شیش و نشاط
 کہا شہ نے تو کون ہے کیا ہونگا
 میں ہوں جو حیلہ مرا نام ہے
 میں جتنے یہ باشندہ دیوسا
 مرے زیر فرمان میں آشاہ دن
 یہاں کوہ پیکر ہی رہتی ہیں سب
 گیا تھا سوئے دشت بہر شکار
 مگر جب سے میں اس تحیر میں ہوں
 کہ کیا اس سفر کا بہانہ ہوا
 سنائی اُسے شہ نے کل داستان
 یہ سب کہ چکا جو شہ خوش نباد

تو سب بھاوہ شائستہ داد گر
 مری دوستی کے منہ دار ہے
 اسی قدر میں ہے شہ و چھان
 اتارا اُسے لاکے ایوان میں
 بڑھانے لگا دسب سہ ہر تباط
 کہا اُس نے اے شاہ عالی مقام
 حفاظت یہاں کی مرا کام ہے
 تو مندا ماندِ نخل چنار
 کسی بات میں غدران کو نہیں
 اسی سے ہمیں دیو کہتی ہیں سب
 ہوا آپ کے راستے میں دو چار
 گرفتار بندِ نف گزمین ہوں
 یہاں آپ کا کیونکر آنا ہوا
 کیا راز پوشیدہ سارا عیان
 اگر اُس کے قدموں پہ دیو زام

اٹھا کر سر اس کا شہنشاہ نے
 کہا اس نے ہون سخت نا دم حضور
 محبت کا دل سے خریدار ہوں
 ہوں جہم جہان آپ جلوہ فرس
 یہ کہہ کر کیا یاد خاصہ شتاب
 شہ دو جہان نے تناول کیا
 رہا کچھ دنوں جو وہاں وہ امیر
 بلا کر یہی سلسلہ سے اک دن کہا
 ارادہ ہے چندے سفر کیجئے
 یہہ شکر بہت عذر اس نے کئے
 کہا اس نے امیر شاہ میر وزیر
 یہیں آج شب بحر سفر کیجئے
 بیان سے ہر نزدیک ملک کاف
 وہاں بین انسان جیسے سین
 کہ وہ جا چیمہ کا ہے ملک سرور

گلے سے لگایا بڑے پیار سے
 مجھے سمجھیں پر اپنا خادم حضور
 اشارے پر مرنے کو تیار ہوں
 ہے خدمت کو حاضر یہ حلقہ بگوش
 چنا پیش سلطان عالی خباب
 اولش اپنا سب کو تبرک دیا
 ہوئے مردوزن سا فرمان پذیر
 کہ اس سرزمین پر بہت میں رہا
 کہیں چل کے کچھ دن بسر کیجئے
 نہ مانا کوئی شاہ آفاق نے
 بہر حال ہوں میں تو فرمان پذیر
 دم صبح غم سفر کیجئے
 بہت پڑ فضا ہی بہت پاک و صاف
 کہیں ایسے دنیا میں کچھ نہیں
 پری عورتیں ہیں پری نادر

| | |
|---|---|
| ہنہیں مفلسی کا بھی نام و نشان غضب شوق و آفت ہر فتنہ ساز دہان کی بھی کچھ میر فرمائیے پھرین آپ کا ندھے پیر میر سوار کہا شہ نے بہتر ہے یہ بھی ہی | جو اہر پر می ہے وہاں حکمران ہنہیں حسن میں کوئی اس کا نظیر جہاں چاہے جی پھر وہاں جائے میں ہر وقت ہر جا ہوں خند گزار وہیں چل کے دیکھیں ذرا دلگی |
|---|---|

ملکِ قاف

| | |
|---|--|
| کہ ہے عین مستی میں غم سفر جو پہکوں بھی تو راہ پر آ رہوں سہرا بابتا مجھ کو ریح شراب شعا عین دکھانے لگیں شوخان چسپاغ کو اکب مجھانے لگا تجلی میں چھنے لگا ماہتاب وہاں سے کیا شہ نے غم سفر ہوایا پتھوین روز داخل وہاں سوا داس کا رشک یا مہر شیت | صبحی پلا ساتی ازود تر وہ مے دے کہ گوسٹ صہبار اٹھا جام زرد و کر یہ حجاب شبِ مہ کی ٹھنڈی ہوئی گرمیاں دمِ صبح سیند و راڑانے لگا اٹھانے لگا مہر تابان نقاب زمانے پہ چھایا جورنگِ سر اڑالے کے وہ دیو ما زدن نظر آیا اک شہر مینو سیر شیت |
|---|--|

| | |
|--|--|
| <p> پناہ دے اے چہ بڑی جاری کہیں کہیں سبیل ترکہیں زعفران درخان ستر ستر تازہ ہمار تو اترا وہیں وہ شہ نامور بڑی ہیر پاپوس ہر موج آب لگا دیکھنے جانب کبر و بر کہیں سنبہ پر دوڑ تو زمین چرند کہ تخی ہر سو ہوئی جلوہ گر غزالان صحابہ کے اُسکے رام سڑپنے لگی ماہی آب بھی ہم آغوش خاطر مست ہوئی رہا گرم نظارہ ناوقتِ شام </p> | <p> تہمتی ہے بادِ بہاری کہیں کہیں لالہ خود رو کہیں زخواسا غرض ہر طرف وادتی غرار جو یہ عالم لطف آیا نظر ہوئی محو نظارہ چشمِ جاب لب جو تیرِ نخل و وہ بلبلِ کر کہیں اڑتے ہیں ڈالیوں پر پرند نکاہوں کا اُس کی بیہ چھایا اثر پھلنے دام الفت میں سبے خوش و ہوا نخل کر سیرِ رگِ بنیاب سی بہت سیر سے دل کو راحت ہوئی اسی طبع وہ شاہِ عالی مقام </p> |
|--|--|

جواہر

| | |
|---|---|
| <p> کہ مستی میں ہو ملک خوبان کی میر ہنیں تو کہاں پھر یہ عہدِ شباب </p> | <p> پلا ساقی لئے تیرے دم کی خیر آٹھا جام کر زود تر کامیاب </p> |
|---|---|

نئے وصل سے کر مجھے بے خبر
 شفق کی وہ سرخی ہوئی آسکا
 لگا کرنے حل آسمان زعفران
 کنارِ فلک آگیا آفتاب
 یہ دیکھا تو سلطانِ عالی گھر
 ہوا چوک کے سمت پہلے گزار
 چپ و راست آراستہ ہر مکان
 عائد بھی کچھ شہر کے ذی وقار
 بہت گل رخون کو بٹھائی ہوئے
 وہ نازک سین جنکی عالم میں ہوم
 وہ پھولوں کی کلنگی لگائے ہوئے
 نظر آتی ہے شانِ جنِ فرین
 کھڑے ہیں وہ مالی اور ہر ہمار
 وہ پھولوں کے گجر چمکتے ہوئے
 چلے آتے ہیں وہ ہزاروں نگار

قریب آگئی شام غفلت نور
 سنہرا ہوا آفتاب کو مہیا
 بسنتی ہوئی سطحِ آبِ روان
 روانی سے رکنے لگی موجِ آب
 بڑا جانبِ شہر مثلِ نظر
 تو دیکھا بزرگِ روسِ بہار
 تھلتے ہیں مسرت کیا کیا جوان
 چلے جا رہے ہیں فتنِ پر سوار
 وہ جاتے ہیں وگشتِ اڑا ہی ہوئے
 ہے ان سکاٹس یا کر میں کیا ہم
 نزاکت سے جا بکرتے ہوئے
 ہو لکھانے نکلے ہیں کیا حسین
 لئے کامنی اور سیوتی کے بار
 گلؤں کے گلے میں چمکتے ہوئے
 مزے لٹکتی ہیں نظر بار بار

تماشائون کا ہے بہارِ زوہار
 سینوں کا جھڑتِ جدہر و کیہ ہے
 باعظمت ہر اک کا لباس
 یکایک تفتیح کنان وہ جبری
 جھروکے سے تھی وہ تماشائون
 تو دیکھا کہ رشکِ مہرِ آفتاب
 نئی وضع ہے۔ طرفہ انداز ہے
 بنائے ہوئے جو گیونگا وہیں
 فقیری میں بھی ہے عجب غرورِ جاہ
 ہے گو۔ گردِ مینِ روشنیِ زخلی نا
 بلا کی ہے چھل بل غضب کی ٹہنگ
 یہ دیکھا تو رخصت ہو کر صبرِ ہوش
 انیسون جلیسون نے اٹھ کر شتاب
 اُسے ہوش آیا تو بے اختیار
 گھٹے صبر و تسکین بڑھاد و دِل

کہ چھلے ہیں کانڈ ہون کا نہ ہون
 نظر کرو یہ حیرت کہ ہر دیکھیں
 معطر ہو جس سے دماغ قیاس
 گیا سوئے قصرِ حواہ پرری
 پڑی اُس جوان پر نظر ناگہان
 ہر اک نو جوان مستِ حسنِ شباب
 ہر اک گام پر رفتہ پر داز ہے
 نہ معلوم چھوڑی ہے کیوں اپنا دس
 مقرر کسی ملک کا ہی یہ شاہ
 چھپا ہے کہین خاک ڈالو سچا
 نگاہیں لگاتی ہیں دل پر خند
 گری کھا کے غش مہ بیتِ خود فرو
 سنگھایا اُسے عطر چھڑکا گلاب
 ہوئی کہینچ کر ایک شاہِ اشکبار
 ہوئی کثرتِ گریہ سے مضمحل

کھٹکنے لگا سینے میں خارِ غم
 ستانے لگا خود بخود اضطراب
 ہوئی اُس کو ملنے کی حسرت کہاں
 تھی ایک اُسکی ہمز گوہرِ سری
 کہ اس نوجوان نے تو مارا مجھے
 نہ لائے گی اُسکو تو مجاؤنگی
 عوض اس کے دون کی زر و ملکِ مال
 وہ کہنے لگی خیر جاتی ہوں میں
 مگر لا ابالی ہے وہ نوجوان
 چلی وہ پری زاد محشرِ خرام
 کہا شاہِ جی کیونکر آئے یہاں
 تکلف نہ ہو تو زرا آئیے
 نظر آتا ہے جو محلِ سلنے
 یہی آرزو ہے کہ اب یہ مکان
 کہا شہ نے جل دور ہو آپری

چھجاول میں پیکانِ تیرِ اہل
 ہوا کارِ گرِ عشقِ خانہ خراب
 لگا چمکیاں لینے شوقِ وصال
 الگ کر کے اُس کو یہ کہہ لگی
 ملا اُس سے جلدی خدا رب مجھے
 تڑپ کر میں جی سو گد زجاؤنگی
 کروں گی تجھے ہر طرے نہال
 جو آتا ہے تو ساتھ لاتی ہوں میں
 میں کیونکر کہوں آئے گا خود یہاں
 ادب سے کیا جا کے اسکو سلام
 کہاں جائے گا ہی اسن کہاں
 وہاں تک تیرم رنجہ فرمائیے
 سجا ہے اُسے خوب خدام نے
 بنے فیضِ مقدم سے رشکِ خیال
 کسی اور سے جا کے کر د لگی

فقیروں کو کیا اہل دنیا سے کام
 کہا اُس نے اے مالکِ دوسرا
 جبر و کمین تھی شاہزادی بھی
 سمجھ کر مسافر یہ مجھ سے کہا
 وہ آئیں تو ہو سرخسرازی ہیں
 مرے گہر میں ہوں جو وہ روتی نظر
 فقیروں سے اسکو الفت بہت
 کہا اُس جوان نے کہ اے بیسوا
 کہاں شاہزادی وہ رشکِ سخن
 پریشان ولی میں کہاں یہ جو
 نہیں اُس کے ملنے کی پروا مجھے
 کسی سے غرض مجھ کو اصلاً نہیں
 اگر واقعی دل سے یہ بات ہے
 تو خود اکے مل جائے مجھ سے یہاں
 مسافر فقیر اور دل بے قرار

ہے ایسی تواضع کو سیرِ اسلام
 ہے اس بات سے یہ ملائے عسا
 نظر آپ پر اُس کی ناگہم پڑی
 کہ تو شاہ صاحب کو جا بھلا
 کہ واجبِ جہان نوازی ہیں
 یہ غم خانہ بن جاؤ نہ سراسر
 ہے واقعہ مشتاقِ خدِ شہیت
 خوشامد سے مجھ کو بھجاتی ہو کیا
 کہاں میں مسافر غریب الوطن
 کہ بیٹھوں میں جا کر کسی گلِ گلستاں
 اگر وہ ہر مشتاق تو کیا مجھے
 مگر دل نہ ٹوٹے کسی کا کہیں
 کہ منظور اُسکو ملاقات ہے
 نہیں دم میں وہ گل کہاں میں کہاں
 پھر ایسوں کے رہنے کا کیا اعتبار

طبیعت کا ایماجد ہر پاؤں گا
 یہ پہ شکر ہوئی دنگ وہ حلیہ جو
 نہیں بچکویہ نازا میری میں بھی
 میں کہتی تھی تجھ سے نہ لے گا وہ
 کہا تھا یہ گوشت کرا بخام نے
 سخن معجزہ سحر گفتار ہے
 میں داری گئی جانے دیر خیال
 نہیں میرے کہنے کا اُس کو یقین
 کہا اُس نے جو ہوئی ہواب سو ہو
 پر کھتی نہیں بات کہوئی کہی
 فقیر ایسے ہوتے ہیں ازک مزاج
 وہ آتا نہیں تو میں خود جاؤں گی
 یہ کہہ کر کان سے بحال تباہ
 وہ گو صحر کو لے کر روانہ ہوئی
 ہوئی پاؤں پر رکھ کے رشکیا

یہ نہیں سیر کرتا چلا جاؤں گا
 کہا جا کے اُس سے کہ اہ شعلہ
 بہت دور ہے وہ فقیری میں بھی
 مجھ چکیو غمین اُڑاے گا وہ
 وہی بات آئی مگر سامنے
 مگر ایک ہی شوخ و عیار ہے
 ہے ایسے کے ہاتھوں سے جینا محال
 بچھی کو بلاتا ہے ظالم وہین
 نہیں تالسیں کن دل زار کو
 ذرا دل میں اپنی سمجھا ہی پری
 ہے بیشک کوئی صاحبِ تاج
 اُسے دل میں بٹھلا کر لادو نگلی
 اٹھی یک یک صورتِ دو دو
 قد مبوس شاہِ زمانہ ہوئی
 یہ کی عرض سے مایہ آفتاب

یہ کیوں آپ کا رنج یہ سہرت ہو
 یہ سچ ہے میری سچے قابل نہیں
 مگر آپ کو تو زیم چاہئے
 کہان ایسے ہم لونڈیوں کے نصیب
 ہرگز یہ ہیں سب کج خدمت گزار
 یہ سُن کر سنا خسروِ مظلوم
 دیا چہوڑا آپ ہی جب تخت و تاج
 کہا آپ اب خیر آفاق ہیں
 خدا رکھے۔ ہیں آپ گو بے غش
 مجھے تو ہے اپنی محبت سے کام
 ضرور آپ کو گھر میں لجاؤنگی
 کوئی اور صورت نکالونگی میں
 خدا نے کیا آپ پر یہ کرم
 یہ مانا کیا مجھ کو خانہ خراب
 کہا شہ نے اس سے عرض کچھ نہیں

یہ کیوں کنش خانہ سحر نفرت ہو
 کسی طرح صحبت کے قابل نہیں
 غویوں کا بھی مرد و غم چاہئے
 کہ الفت سے بٹھلا میں حضرت تیرا
 کرین دولت و دین مجھ دل سب تیار
 کہا اس سے ہم تو ہیں مردِ فقیہ
 تو پھر کیا کسی کی بہنِ جستج
 سلاطین آفاق مشتاق ہیں
 نہیں دوستی دشمنی سے عرض
 کہ بے عشق ہر زندگانی حرام
 نہیں منہ کسی کو نہ دکھلاؤنگی
 منگا کر ابھی زہر کھاؤنگی میں
 نہ رکھے رواجِ جزدن پر تم
 خدا کو بھی دینا ہے اک ن جو آ
 ہیں پر بندہ عشق ہم احسین

تریدل میں ہو در و سوز و گندار
 جسے ہم سے الفت ہو وہ خوب
 جو اہریر بولی کہ گوہن کسینز
 مگر آپ بندہ نوازی کریں
 ہوں رونق فراچل کر ایوان میں
 یہ سُنکر اٹھا وہ شہِ خوش بہادر
 پری قاف کی دیو باز ندان
 اسی طرح وہ سب کی سب آن میں
 غرض دیکھتا بہا لتا ہر مکان
 تو دیکھا کہ وہ صاف ہے اس قدر
 کنول - جھاڑ - فانوس - پانڈی - گل
 لگے ہیں تیرنے سے سب جا جا
 چڑھیں بتیاں مشک کا نور کی
 نسبت منقش در و بام سب
 تکلف کے اسباب پہنچی

ہنیں تجھ سے کچھ اب ہیں احتراز
 محبت کی گالی بھی مرغوب ہے
 بنوں خادمہ کب مجھ پر تمیز
 سرے و رد کی چارہ سازی کریں
 کریں سیرِ خوبان پرستان میں
 چلا صورتِ موجِ بادِ مراد
 ادب ہوئے ساتھ اُسکے روان
 ہوئے جلوہ گرا کے ایوان میں
 سرِ پام پہ چادہ شاہِ جہان
 نگاہیں بھلتی ہیں دیوار پر
 ہر اک وضع کے آئینے بقیاس
 جنان کی طرح سارا کرہِ حبا
 تجلی ہر اک شمع میں نور کی
 ہیا ہر اک سازِ عیش و طرب
 زیادہ ضرورت سے موجود تھے

| | |
|--|--|
| جوشہ کو پس نہ آگیا وہ مکان دہین ویر تک گم محبت رہی فرانت ہوئی جشنِ راحت کج | اُسی جا کیا خاصہ بھی نقشِ جان بہم رسمِ حرف و حکایت ہی ذرا دیر کو سو رہے سب کے سب |
|--|--|

نقشِ سلیمان

| | |
|---|---|
| پلا سامیتِ جام و رحمتِ اثر بنا بخود دستِ گردل کو شاد اٹھاپے جھجک سا غرِ لالہ نام | کہ اٹھلا رہی ہر نسیمِ حس دکھا نشہ میں سیرِ باغِ مراد مے وصل سے کر مجھے شاد کام |
| جو راہی ہوا کاروانِ نجوم شفق میں چکنے لگی وہ رن ملی روشنی مہر کے جام کو | ہوئی اندھیرا تباہان کی جُرم سنہری ہوئی سقفِ چرخِ کہن اندھیرا نہ باقی رہا نام کو |
| جو امیرِ اٹھی بسترِ ناز سے حراج سے فارغ ہوا جب وہ شاہ ہر نقشِ سلیمانِ بیانِ ایک باغ | جگایا اُسے حسنِ انداز سے تو کہنے لگی اس سحرِ رشکِ ماہ کہ رضوان کا جس سے ہوتا زونِ باغ |
| کھلے ہیں نہار و نطرح کے گلام چمکتے ہیں کیا بسیلِ خوش نوا | مردان اور پہو لون کا پھر کیا حساب سہا پنا ہی وقت ہر سیکر |

کہا شہ نے بہتر بے چلے ابھی
 یہ کہہ کر اٹھے دو وزن وہ بامراد
 ابھی ہیں وہ گو کچھ گلستان دور
 جو پہونچا در باغ تک وہ نگار
 دعائیں لگے دینے برگ چین
 ہر افروز سبز بچھانے لگا
 پھرے گرد آ آ کے مرغ ہوا
 روش خاکساری دکھائی لگی
 پڑھا دیکھ کر لب بلسونے درود
 خوشی سے شگفتہ ہوا رو گل
 جھکا کر سر گیسوئے پر شکن
 بچھانے لگی مسیح کا فرنا باب
 بڑا پیشوا کی کو جوش منو
 جھکی شاخ گل رسم تسلیم کو
 نر گل کیا بامبستان کی شار

وہیں چل کے ہلایں کچھ دریغی
 چلے جانب باغ مینو سواد
 لگا کہینچے دل کچھ طیسور
 قدم لینے دوڑی نسیم بہار
 لگی لوٹ پاؤں پہ شاخ سمن
 قدم سپر جاوہ اٹھا لگا
 بلایں لگی لینے مریج صبا
 کہیں نر گس آنکھیں بچا لگی
 ہلانے لگی مویں شل شاخ عود
 بڑھی عطردان کے خوشبو گل
 لگا جھاڑنے سبیل تہین
 چھڑکنے لگی شبنم گل گلاب
 چلی رکھ کے سر خاک برائو
 اٹھے سر و شمشاد تعظیم کو
 عشق ہوئی نور ویں بہار

کھینچے پہل وہ آئے جو وصل
 جہاں خوب گلشن میں دربارِ عیش
 ترقی ہوئی وصل کے جوش میں
 ہوئے دونوں جہدم وہاں جلوہ گر
 سجا ہے وہاں ایک بنگلہ نقیر
 جو دیکھا ہے راستہ وہ مکان
 رہیں گویہ میں آج ہم رات بھر
 اسی کر رہے مشورے تا بہ شام
 ہوا طبعِ شہ کو جو منظور یہ
 کہ ہر روز وہ شام سے تھکے
 مگر وہ پری غنیمت سے گھلے لگی
 لگی کھانے وہ شعلہ روج و تاب

دے غنچہ ناشگفتہ ناول
 دیا نذرِ قدر سے گلازارِ عیش
 ارٹھی بوئے گل لیکے آغوش میں
 قرآنِ مہم و محسّر آیا نظر
 ہوئی جا کر دونوں میں بھلیس
 تو کہنے لگا اُس سر شاہِ جہان
 چلین گے سوئے خانہ وقتِ سحر
 کٹی عیش و عشرت میں وہ شبِ تمام
 ہوا آئینہ کار و دستور یہ
 اسی بنگلے میں رات کرتے بسر
 چھپانے سے بات اور کھلتی لگی
 بڑا قریب اور بھی اضطراب

طبیعت تو قابو سے جالی رہی
 بناوٹ سے لیکن چھپاتی رہی

ہدایت

پلایا بادہ اسے ساقی عشق یار
 لگا جام زر منجھ سے میر شتاب
 اوٹھا وہ صندراجی جو باد سی
 اندھیرا گیا غروب میں شام کا
 وہ مہتاب سے پہول جھڑنگے
 شبِ ماہ جلوہ دکھانے لگی
 لب جو نظر آئی اک بار گاہ
 منقش سراپردہ سبز خام
 لب جو ہے سرو چراغان کا باغ
 فروزان میں مہتابیان اس قدر
 وہ لہرون میں عکس تجلی کی صنو
 ہوا لی کا گردون پہ وہ چھوٹا
 وہ چرخ کا چرخ اور بانوں کا توڑ
 وہ تپھول فرشی وہ فرشی انار
 یہ سب فرش پاکیزہ چرخہ زن

کہ دنیا کا سب سچ ہر کاروبار
 ہوں فرزند پیر مغان میں خراب
 ندائے ازل کی منادی بنے
 ہوا اور اب بدر کے جام کا
 زبرد پہ الماس جڑنے لگے
 زمانے پہ حیرت سی چھا فرنگی
 فلک قدر کیوں چشم عرش جا
 جواہر نگار و مطلق الامت
 کنارے کنارے منور چر باغ
 کہ غالب ہر نوران کا مہتاب
 لرزتی ہوئی وہ چراغوں کی نو
 کرن کا وہ مہتاب کی پہوٹنا
 وہ جھاڑوں کا چکر وہ دریا کا مڑ
 وہ ہر رنگ کی پھلجھڑی کی بہار
 کھلے چاندنی پر چمن کے چمن

دہو میں کاہنیں نام کو بہی نشان
 ذرا بھی نہ چادر کو دہستہ لگا
 ستارے بنے دیکھے چرخ پر
 پٹاخون کے قلعوں پہ چکر حراغ
 لگا ڈالنے زعفرانی نقاب
 سیاہی سے بہت چھا لگی
 جلایا فلک نے چراغِ تہ
 ادب سے کھڑے ہیں قریب در

سنا لاجھرا اُغنین وہ گافشان
 ابھی تک چکے ہیں گل جا بجا
 غبارے وہ ڈوبے ہوئے سر
 ہوا پر کھلا خوب تاروں کا باغ
 سر شام اک دن گل آفتاب
 شفق کی چمک منہ چپا فز لگی
 ستارے ہو چرخ چربلوہ گر
 پر زیا دگل چہرہ ور شکِ حور

بلائے حسینانِ نوفاستہ
 جہازنگِ عشرت بہت دیر تک
 ہوا مالِ خواب شاہِ جہان
 ہوا نشہ خواب سے بخینہ
 دنیا بخش بالین ہے مہر منہ
 اٹھاتا ہے آس لگی سرِ منہ

جواہر نے کی بزمِ راستہ
 رات لطفِ صحبت بہت دیر تک
 کئی نصف شب تین ناگہان
 قدم رکھتے ہی بستر ناز پر
 تو کیا دیکھتا ہے جب کیم قید
 جگاتا ہے جذبِ ولی سرِ منہ

لیا گو دین خوب سا کر کے پیار
 کہا پہر کہ اے عاشق منظر
 شب روز تو عیش و عشرت میں
 اگر وصل منظور ہے اچھ شتاب
 چلا جا یہاں سوئے راست تو
 گئی ہے وہ شہر ہدایت کو راہ
 وہ محبوب حق اور رحمت لقب
 ادب سے دمان عرض کر تو یہ بات
 مجسم ہن رحمت وہ فخر جہان
 گمان بھی زائد تجھے دین گے وہ
 دکھا دیں گے تجکو وہ باب نجات
 شتاب اچھ کہ غفلت کی یہ دن نہیں
 نخل کر اسی باب سے ہو روان
 دمان راہ میں کچھ کچھ پھیرا بہنیں
 یہ سستہ ہی چشم اسکی دھا ہو گئی

دعا دی اب تک رہے کامگار
 رہے گا پرستان ہی میں اسیر
 بچے ببول کر خواب غفلت میں ہے
 کہ ہو روضہ قدس میں کامیاب
 یہ سب یاد رکھنے کے کم و کاست تو
 ملین گردان چربیب الہ
 انجین کے ہین قبضے میں یکے
 کہ دکھلائی تجھ کو باب بجا
 بڑھائیں گے تیرا بہت عروشاں
 تجھے اپنا محبوب کر لیں گے وہ
 کریں گے عطا حال کائنات
 راہی بغیر ان کے ممکن نہیں
 ہر پھر دوسری منزل کا دروازہ
 کسی طرح کا پھر حبیب لا بہنیں
 وہ ساری کدورت ہوا ہو گئی

نئے شہرِ قین تازہ جوش آگیا
 کسی کی محبت نہ باقی رہی
 کسی طرح کا پھر نہ آیا حسیال
 نہ پھر رسیب کی طمطراقی رہی
 ہوئی روح پاکیزہ - سرورِ دل
 تجلی ہوئی چھپرے جلوہ گر
 وہ تن صاف آئینہ سان ہو گیا
 ٹپکنے لگا ہر سخن سے اثر
 اُسے دم بدم بڑھ گئی فکرِ مہر
 حیاتِ ابد سے ہوا کامران
 اسی گل کی بس یاد رہنے لگی
 اسی وقت پہونچا جو اہر کے پاس
 تو دیکھا کہ اشکون سے ٹپکنے ہیں تر
 لبون پر صدا آہ و زاری کی ہر
 شکایت ہی کچھ بختِ ناکام کی

اُسے عین غفلت میں ہوش آگیا
 کسی کی رعایت نہ باقی رہی
 ہوا خود بخود دورِ رخ و ملال
 فقط یاد و تصدیق باقی رہی
 بنا سربِ لمعے نورِ دل
 چکنے لگی برق بن کر نظر
 ازل کا وہ جلوہ عیان ہو گیا
 بنا عیب بھی ایک اعلیٰ ہنر
 کوئی دم نہ گذرا بجز ذکرِ مہر
 میسر ہوئی راحتِ جاودان
 طبیعت بہت شاد رہنے لگی
 پڑی تھی وہ مکرے میں اپنا دس
 ترپتی ہے وہ فرشِ کجواب پر
 وہ تصویر سی بقیاری کی ہر
 تمت ہے وصلِ دلا رام کی

کسی کو بٹھائے ہوئے کر دو رو
 مزاد و اُلفت کا چھٹے ہوئے
 یہ کہتی ہے اسے سیرتِ اعلیٰ
 اجل و یکہر محب کو شہرِ ناگہی
 کسی کو قلع کیون گزرنے لگا
 اسی دہن میں بخود ہوئی اس قدر
 تریبِ آ کے اُس دم شہرِ منظر
 یہ غفلت ہو کیسی ذرا ہوش کر
 نہ آئیں گے اب بار و دیگر بیان
 پڑی جب یہ کانوں میں سکھدا
 تعجب سے حسرت کر کے نظر
 نہ اشکون کا لیکن تسلسل گیا
 تپ عشق و شمن ہوئی جاگلی
 جھجھج کر ڈالیے آئیے
 کیا اُنہ نے کیا کوئی جلا دہون

تصور میں کرتی ہے کچھ گفتگو
 کلیجے پہ وہ ماتھ رکھتے ہوئے
 یہ بیٹھے بٹھائے مجھے کیا ہوا
 میں اس سخت جانی سر گھرا گئی
 وہ بے رحم کیون رحم کرنے لگا
 کہ آنے سے اُسکے ہنسن کچھ خبر
 پکارا کہ اسے تازہ غم کی امیر
 ہمارے اس شہر سے اب سفر
 خدا جا کل تو کہان ہم کہاں
 تو اٹھ بیٹھی گھبرا کے وہ لقا
 لجا بی بہت پہلے وہ دیکھ کر
 کہا آج پر وہ مرا کھل گیا
 رہی آرزو اب نہ ارمان کی
 تو پھر جس طرف چلے جاتے
 نہ قاتل نہ مین ظلم بنیاد ہون

| | |
|--|---|
| <p>نہ سودا زودہ ہوں نہ اہل خون مگر ہے ذرا دیر کا احسا سنا یا اُسے قصہ خواب سب کسی سمت اب قاب جھکتا نہیں کہا اُس نے تیر سیرت خوب ہے مگر ساتھ سے منہ نہ موڑوں گی میں کہا شاہ نے یہ بھی ممکن نہیں وہاں کا مقصد چو پاؤں گامین نہیں کچھ دنوں بعد خوش نصیب بتاتا ہوں تجھ کو نشان و مقام</p> | <p>کسی کا میں کیوں خون گرد پہ لو جسے دیکھ کر میں ابھی جاگ اٹھا کہا اس مجبور ہوں میں ہی اب تیرے روکنے سے میں رکتا نہیں مجھے ہی یہی بات مرغوب ہے کسی دم رفاقت نہ چھوڑوں گی میں ابھی کچھ دنوں صبر کر تو یہیں تجھے حسب موقع بلا لوں گا میں چلی آنا خود سو گام گریب اسے دل سے تو یاد رکھنا مدام</p> |
|--|---|

نراق جواہر

| | |
|--|---|
| <p>اٹھا سا قیاحام کبے خبر کہاں تک یہ غفلت فرما سی ہوا پلا جلد سے میں پریشان حواس وہ پہلی شفق رات آخر ہوئی</p> | <p>کہ قطع علائق پہ باندھوں بکر سنگھا سا غزل میں بو گیات کہ جی لبتی ہر باسی پہ لوں گی بات صنایع صادق کی ظاہر ہوئی</p> |
|--|---|

فلک بستر شب اٹھانے لگا
 سیاہی گئی جانبِ زنگبار
 رسالہ ستاروں کا چلتا ہوا
 روانہ ہوا خسرو بے نظیر
 بن آیا نہ کچھ کام تدبیر سے
 کہا شبہ نے حیلہ سے تورہ یہاں
 جواہر مرے بعد گھبرا گئی
 اٹھا کچھہ و نون تو رفاقت اتار
 یہ کہکر جواہر سے کہنے لگا
 رہے گا بہمن پاس تیرا ضرور
 وہ بتیاب اٹھ اٹھ کے گرو لگی
 مرا دین ہم آغوش ہونے لگیں
 اشاروں میں جس نے کی گفتگو
 چلا وہ تو مانندِ روحِ روان
 نظر سے چو غائب ہوا وہ امیر
 قمر چاندنی لے کے جانے لگا
 ہوئی روشنی شرقِ آشکار
 اٹھا مہر وہ آنکھ ملت ہوا
 ہوئی سخت مضطربہ بدرُسیہ
 لکڑنے لگی بات تقدیر سے
 مین ہوتا مہون منزل کو تنہا روان
 تجھے ساتھ لے کر چلی آئیگی
 خدا چاہے تو پھر نہ چھوڑ گا ساتھ
 رہے تیرا ہر دم نگہبان خدا
 سمجھنا نہ دل سے کبھی انحراف دور
 نظربن کے گرد اسکے پیر لگی
 نگاہیں گلے مل کے روئے لگیں
 دعائیں کے رخصت ہوئی آرزو
 غم نامرادی رہا سیہان
 ہوئی سخت محزون وہ غم کی آہ

فلک بستر شب اٹھانے لگا
 سیاہی گئی جانبِ زنگبار
 رسالہ ستاروں کا چلتا ہوا
 روانہ ہوا خسرو بے نظیر
 بن آیا نہ کچھ کام تدبیر سے
 کہا شبہ نے حیلہ سے تورہ یہاں
 جواہر مرے بعد گھبرا گئی
 اٹھا کچھہ و نون تو رفاقت اتار
 یہ کہکر جواہر سے کہنے لگا
 رہے گا بہمن پاس تیرا ضرور
 وہ بتیاب اٹھ اٹھ کے گرو لگی
 مرا دین ہم آغوش ہونے لگیں
 اشاروں میں جس نے کی گفتگو
 چلا وہ تو مانندِ روحِ روان
 نظر سے چو غائب ہوا وہ امیر

وہ حسرت سے دیکھا کی س آہ کو
 تڑپ کر جگر منہ کو آنے لگا
 گھسی تاب تخفیفِ فیاد کی
 ہو ادمِ خفا جانِ بتیا سے
 خوشی بنی نغمہ پر واز دل
 لگی لوٹنے بسترِ یاس پر
 وہ رور و رو کے جی سے گزرتی
 سکوتِ سخن بن گیا راز دار
 لبِ خشک کچھ اور کہنے لگے
 ہو میں حسرتیں رخنہ اندازِ غیش
 ہوس دل میں لینی لگی چٹکیاں
 تمنا کلیجے کو ملنے لگی۔
 بھرے اشک بھی چشمِ خونبار میں
 ہوا خشک ساری بدن کا ہو
 کیا ناوکِ غم نے چھلنی جگر

جد ہر جاتے دیکھا تھا اس آہ کو
 اٹھا دروہی سے سنا نے لگا
 بڑھیں شدتیں غم کی بیدا کی
 زمین تر ہوئی اشکِ خونا سے
 بڑھا ضبطِ فیاد سے ساز دل
 چھبوں نے لگا در و دلِ نیشتر
 تڑپ دل کی بھین کرنے لگی
 تصور میں ہونے لگی ٹکسار
 رخِ زرد پر اشکِ ہنسے لگے
 غمِ دل نے برہم کیا سازِ غیش
 انگلیں دکھانے لگیں شوخیاں
 چھری بن کے ہر سانس چلنے لگی
 چھبی بچاں غم کی دلِ ناز میں
 چلانے لگا شعلہ آرزو
 ہوا دل میں خارِ المِ رخنہ گر

بڑا ہجیرین ناتوانی کا زور
 نفس زلیست تنگ آنے لگا
 ڈرامہ اٹھاتے ہوئے تازیان
 غم و درد نے قلب میں آہ کی
 بڑھی منہ سے اور دل کی اُمنگ
 کیا صرصر غم نے جی کو ٹڈال
 گل رخ پہ چھپا یا خزان کا اثر
 قلق دل میں کرنے لگا انتظام
 مسرت گئی واشدیل کو ساتھ
 فراقِ صنم ہوش کھونے لگا
 ہوئی زرد مانند برگِ حنرا
 دل زار اُٹھونے جانے لگا
 بہت دیدہ تر نے تدبیر کی
 وہ چلیں مٹین خاطر نار کی
 ہوئی فرقت یار جانی سرتنگ

جھکانے لگی حسرتِ وصل کور
 اُسے نام سے تنگ آنے لگا
 ردا دل میں گھٹ گھٹ شوقِ فغا
 اجازت نہ دی شرمِ لڑاہ کی
 لگی ہو فیاس و تمنا میں جنگ
 لگا جھلملانے چراغِ جمال
 اڑا زار ناچھڑے کا بنکر حنبر
 بنا حسرت آباد سینہ تمام
 چلی روح بھی نبضِ سہل کے ساتھ
 ششکِ اہلم جی ڈبونے لگا
 بنی سو کھ کر ریشہ زعفران
 طبیعت کو صبر آزمائی لگا
 بجھی پر سیرِ مونہ دل کی لگی
 بنی جان پر اس دل انگار کی
 کیا شوقِ فی زندگانی سرتنگ

گلا دل ہی میں دم پڑا فر لگا
 شب و روز گنرا جو بچ و ملا
 کھرچنے لگا دشنہ غم جگر
 دل و جان سر ربط متاڑا
 بڑا رفتہ رفتہ جو شوقِ مصال
 جلانے لگا دل کو سوزِ فراق
 شر تھا جو آنسو پکینے لگا
 ہوئی گرم چھاتی تپِ دوق
 یہ کہنے لگی کب تک آفتِ سہون
 جنونِ طاقت ضبط کھوئی لگا
 وہ مجبور آسرا ہوئی درد سے
 ادا اسکی چاہت جتانے لگی
 بنے اشکِ گل رنگِ غمازِ دل
 طبیعت تپ غم سے گرنو لگی
 سوئیں آہ کی دل میں ٹیکاریاں

کلیجہ غم یار کہا نے لگا
 بنی بدر سے گھٹ کو وہ مہلا
 بہانے لگی لختِ دل چشم تر
 ہم آغوشیوں کا تقاضا پڑا
 طبیعت لگی رہنے ہر دم ٹھال
 پھرک نے لگا شعلہ اشتیاق
 کلیجہ حرارت پکینے لگا
 جگر پھن گیا آتشِ شوق سے
 مصیبت سی ہو تو مصیبت سہون
 تو جس سے کچھ ساز ہوئے لگا
 بڑی گرم جوشی دم سرد سے
 نگاہوں میں اک بات آئی لگی
 دکھانے لگیں چو نین بازِ دل
 پہنسی لب تک آگے پھر لگی
 اڑیں آتشِ غم کی چنگاریاں

تپِ غم سے دن رات جلنے لگی
 بنا تارِ شعلہ ہر اک تارِ مو
 ستمگاری جوشِ سودا بڑھی
 ہوئی نامِ راحت سے جشتِ آ
 سید زلف اک اژدہا ہو گئی
 بگڑنے لگی مانگ سے بیدِ رنج
 کشاکش ہوئی جو غمِ یار سے
 سیہ چوٹی ناگن سی ڈسنی لگی
 نہ وہ مانگ پٹیاں نہ آرائشیں
 بنیں چلفت سے دامِ غمِ بالیاں
 کرن پھول جھکے لہو میں تھوڑے
 نہ پتہ نہ بالا نہ بالی رہی
 نہ جھومر میں باقی رہی وہ جھلک
 شبِ غم میں یون اڑاتی رہی
 نہ ابرو میں کس بل نہ لکھن میں خا

دہوان بن کر سرست کھلنے لگی
 سراپا بنی سحرِ آرزو
 گریبانِ دوری کی تمتا بڑی
 بڑی زیب و زینت سے نفرت آ
 اُسے کنگھی چوٹی بلا ہو گئی
 یہ سمجھی کہ سر پر کچھ ہی یہ تیغ
 اُٹھنے لگی زلفِ حذار سے
 شبِ غم کسوٹی پہ کسنے لگی
 نہ مشاطہ سے ٹیڑھی و ناہنیں
 چھبی گونج مانند نوکِ سنان
 ٹپنے لگیں بکلیاں شکلِ برق
 طبیعت مگر لا آبا لی رہی
 نہ افشان میں وہ پیشتر سی چک
 کہ صنوجاں دنا روں کی جاتی رہی
 نہ یہ سرِ لکین نہ وہ دسمت تاب

نہ وہ پردہ داری جیسا کی رہی
 شرارت گئی اگلی پتوں کے ساتھ
 نہ عشوہ نہ وہ حسد کا رہی رہی
 تپ غم سے وہ زرد ایسی ہوئی
 نہ ہر وقت آئینہ پیشِ نظر
 نگاہوں سے جاتا رہا وہ حجاب
 نہ مستی کا لب چرب نہ کبھی
 نہ وہ خال ابرو کی آرائشیں
 گلے ملنے کا جو بیباک سلا
 ہوئی بازارِ اسد رجب وہ دل جلی
 نہ وہ موتیوں کی لڑی تابدار
 بہت دست و پانہا تو ان ہو گئے
 نہ اب وہ نکھرنا نہ اب وہ شکار
 نہ اب وہ بھاننا نہ وہ ہونا اُسے
 نہ اٹھنا وہ گیسو سنوارے ہوئے

وہ شوخی نہ بانگی ادا کی رہی
 رہی ہیکسی چشمِ پُرفن کے ساتھ
 نگاہوں پہ حیرت سی طاری رہی
 کہ رنگت گلابی بستنی ہوئی
 نہ اب رنگ و روغن وہ خسار پر
 چھپی گردِ مین تابِ رخ کی نقا
 نہ بھولے سہی بھی پان کہنا کبھی
 نہ وہ حُسنِ صورت کی زیبائشیں
 لگا گھوٹنے طوق اُسکا گلا
 کہ چٹا کلی سے بڑھ ہی بے کلی
 گلے کا بنے اشک گلزنگ مار
 سبک زیور اُس پر گران ہو گئے
 نہ کپڑے بدلنا وہ اب بار بار
 بس اشکوں سے بچل جھکنا اُسے
 نہ چلنا وہ سینہ بھاری ہوئے

نہ اکھیلیوں ٹہلتا رہا
 ہوئی ضعف سے ایسی ہار و زار
 بڑھا اس قدر زور کم طساقی
 تصور کو جانا کہ ٹپکی کی آڑ
 نہ وہ دل لگی اب نہ وہ قہقہے
 کیا غم نے مسدود وہ بابِ کیش
 اسی باغ میں جل کے رہنے لگی
 کہیں کا نہ آنا نہ جانا رہا
 کوئی شے نہ دولت نہ ظاہر
 جو گوہر نہ دیکھا یہ سامانِ غم
 کہا اسے جو اہر تجھے کیا ہوا
 زبانِ آشنائے خوشی ہے کیوں
 کہیں اور کچھ بات پیدا ہو
 نہ ناموس پر حرف آئے کوئی
 پس سکر دیا کچھ نہ لے جاب

نہ تھوڑن سے وہ دل نکالنا رہا
 کہ آبِ روان بھی ہوا اُسپہ بار
 کہ آنکھیں سنبھال نہ سنبھال سہی
 وہ پٹے سکے ساؤ کو سمجھی رہا
 نہ وہ عیش و عشرت کے چرچے رہتے
 کیے ترک اُسیدہ سب اہلِ ہاشم
 اسی جلی غم و دور و سہنے لگی
 نقطہ ناز کی کا بجسا تا رہا
 مگر نام کو وہ خواہر رہی
 گئی پاس اُسکے وہ محوِ الم
 ابھی سے جدائی میں ہو ڈا ہوا
 نگاہوں کی حیرت فروشی ہو کیوں
 خدا کے لئے مسرت رسوا ہو
 نہ چتون سے کچھ تار جائے کوئی
 یہ پڑھنے لگی پر بہ چشمِ پاک

عزل

| | |
|---|--|
| <p>غمِ دامنِ اتنا اثر ہی نہیں مجھے کہا ہے جاتا ہے یہ کسا غم کہاں تک ہنوں کے مری داستان ہوئی اُنکے آنے سے یاں اس قدر جو کچھ دن رہا جوشِ سودا بھی بنایا مجھے غم نے تصویرِ یاس</p> | <p>میں بسہل ہوں اُنکو خبر ہی نہیں ابھی دل نہ تھا اب جگر ہی نہیں ہنیں طول تو مختصر بھی نہیں کہ اب جانبِ درِ نظر بھی نہیں تو پھر دیکھ لینا کہ سر بھی نہیں اُنہیں رحم اس حال پر ہی نہیں</p> |
|---|--|

زمانے میں معشوقِ یکتا
ساتے ہیں پر اس قدر بھی نہیں

| | |
|---|--|
| <p>یہ دیکھا تو گویا یہی بقیہ جو کرنا ہو کر اب وہ اعلان اُسے دھونڈھ کر ساتھ لے آؤں گے بہرِ نوع یہ سالِ مسعود ہے کہ معلوم ہے سب نشانِ مقام کسی پر نہ یہ راز ہوا آشکار</p> | <p>یہ پڑھ پڑھ کے روتی رہی زار زار کہا تجھ پہ صد قے میں سو جان مجھے حکم دے تو ابھی جاؤں میں رفاقت کو حیلہ بھی موجود ہے پہنچ جائیں گے تاہر ج لاکلام گمراہ رفیقانِ بہت شعار</p> |
|---|--|

وہ لیٹی ہی دل میں سمجھا ہوئے
روانہ ہوئے بابت شاہِ دین

غرض ختم جب یہ فسانے ہوئے
پہر رات گزری وہ ساری حیرن

راہِ ن

کہ مینا نہ ہو رشکِ بیتِ لعیت
بہت پھر پھر اگر میں آیا ہوں آج
تو بتلاؤں کیونکر ہوئی ہوشِ گم
کلابی مٹا کچھ چسب پر
نمازِ شہیدان پڑھی مہر نے
شعاعوں نے پھیر اسلامِ اخیر
چلے گھر کی جانب ٹہلتے ہوئے
سراپا مصیبت سراپا محن
گلِ رخ میں لیکن سیادت کی با
پٹھانہ طرفِ شکل گلِ سپرین
سفر کے مصائب سے زار و تار
نگاہوں میں وحشت کو انداز

پلاسا میت اب وہ جامِ عقیق
شتابِ ٹٹھ فلکِ ستایا ہوا آج
لگا دے مرے منہ سے تو ختم کے خم
سے وقت و دنوں گیا دن گزر
کھلے سر لرزتے ہوئے بھیجے
گیا سجدے میں آفتابِ منیر
نمازی جو مسجد سے چلتے ہوئے
ملا راہ میں اک غریب الوطن
گریبانِ دریدہ شکستہ لباس
چھجھے غارتلوؤں میں زخمی بدن
جمی گرد چھپ کر پہ تن پر غبار
جنوں کو اس کے دمسازِ نب

ہوئے جمع لوگ اُسکو جو دیکھ کر
 کسی نے کہا ہے جو یہ سکون
 کوئی بولا ہے کوئی مردِ نجیب
 ہو ا حرف زن کوئی یہ کچھ نہیں
 بھبھوت اپنے تن پر رانی ہوئے
 تلاشِ دلا رام میں سینہ چاک
 پریشان بالوں سے ہے آشکار
 یہ کہتی ہے پستون کج بیمار ہے
 اشارہ ہے تیور کا ایل وید
 دکھاتے ہیں یہ دیدہ انتظام
 رخ زرد کے رنگ سی ہریان
 لبِ خشک کیا ہے ہوسِ شکار
 کفن کا سرِ دوش اظہار ہے
 یہ کہتی ہے گم درہ جستج
 ہوا اشکِ گلرنگ سے یہ عیان

وہ تکتے لگا اجنبی سا ادھر
 خدا جانے کب سے ہے اسکو جن
 پڑی کوئی آفت ہو ایہ غریب
 کسی کا ہے شیدا یہ اندوہین
 فقیر و ن کی صورت بنا ہوئے
 شب و روز اڑتا ہے شہر کی خاک
 ہے مرغِ دل اسکا کسی کا شکا
 کسی کی محبت کا آزار ہے
 کسی تیغِ ابرو کا ہے یہ شہید
 نگاہیں ہیں شتاق دیدار
 تپ عشق نے کر دیا ناتوان
 کہ چو سینِ العبدِ نشتین یا
 کہ ہر وقت مرنے کو طیار ہے
 ملی خاک میں مل کے یہ آبرو
 ہیں شرگانِ غم بھرے خوشحال

لگا ہون کی حیرت سی ہر آشکار
 یہ سینہ کے داغوں کا ہوا
 بہنیں اور اس لاغری کا سبب
 یہ گرد اور یہ جستگی ہے گواہ
 یہی ذکر کرتے تھے برناؤ پیر
 وہ چلتا ہوا سانپ اک ہاتھ میں
 وہ پگڑی ہری سر گھٹائی ہوئے
 عمامہ کے اندر کلمہ پر شکن
 وہ ریش مقلع گھنی بگمان
 وہ کہہ کہہ کے یا حق تڑپا اُسے
 اُسے فکری تلبیس میں گہو منا
 وہ احسان فراموش نا حق شناس
 قرشی نہ وہ نسل سادا سے
 نقش سے ہر دم شکنجے میں وہ
 رگڑتا تھا تھن پر پہ چیلہ ساز

یہ ہے آئینہ وارِ حسن نگار
 کہ گل گھٹا کے انفت سوا ہوا
 کسی کے ہر موئے میان کی طلب
 کہ آیا ہے چل کر مہینو نکلی راہ
 اوہر ہو کے نکلا یہ لواک شیر
 شیا طین بھی ایک دو ساتھ میں
 مشائخ کی صورت بنا کر ہوئے
 ہری گھانس کر نیچے جیلے لگن
 کوئی حس کی ٹٹی ہے یا سبانا
 تذبذب کے مالے کو جینا اُسے
 وہ بھی نگاہیں نا مجھ من
 تکلف سے پہنے ریا کا لباس
 مگر خوش خوش شام کی ہر بات سے
 گرفتارِ نخوت کے پنجے میں وہ
 کہ گھٹے سے جانیں سب اہل نماز

نہ عالم نہ وہ کوئی صاحب کمال
 لیاقت تویہ اور ایسا فصیح
 یہ اظہار لوگوں سے باجوہ کہ
 دھڑا آگے پہنکا ہوا تیل ماش
 کیا کوئی لیکر اگر کچھ امید
 اس پر بھی چون کی حرمت کمال
 بنا شیخ سد و جوہ ز پرست
 براور بڑا شیخ نجدی کا وہ
 وہ فتنے کی پڑیا وہ قامت قصیر
 اُسے یاد دو چار سفلی غسل
 نہ تصدیق مرشد نہ یادِ خدا
 پر امنین نہیں بے یقین کچھ اثر
 نہ الفت خدا و نبی سے اُسے
 وہ دنیا کا عاشق اُسی کا خیال
 حد نفس و شیطان سے اُفت

حماقت کے فن میں عدیم المثال
 نہ بولا کبھی لفظ کوئی صحیح
 کہ یہ ساری نخوت ہی یہ اثباتِ جد
 اُسے کالے سینڈھے کی ہر قسم تلاش
 تو چھلکے کہا سب لاؤ سفید
 بھجوانی کے بکرے اس جلال
 ہٹیلے کے مرغے ہوا کہا کراست
 دلارا بہت کالی دیسی کا وہ
 غازیل کا وقت پیری مشر
 پڑا جس سے ایمان میں خلل
 بھروسا اُسے نقش و اعمال کا
 کہ ہن فطرتی ساری نفع و ضرر
 نہ کچھ عشق مولا علی سے اُسے
 اُسے زندگی ماؤ من سے محال
 نبی فاطمہ سے عداوت اُسے

لئے ساتھ ایک بوہریاے ریا
 ہوا وہ سوس کا وہ ہر دم کفیل
 جو دیکھا ہے اک مرد موعود عشق
 قریب آکے اسوقت اس نے کہا
 کہا قاف سے آ رہا ہوں ابھی
 کہا اسکا شہر بدست ہی نام
 کہا ہے یہاں کا جو شاہ جہاں
 کہا آج تشریف رکھیے یہیں
 یہ سنکر چلا وہ جستہ صفات
 پکارا دہرے کوئی نوجوان
 خبردار جانانہ تو اسکے ساتھ
 وہ اک مرد چالاک و عیار ہے
 ملا ہے اسے ورثہ مخروہ کا
 نہیں مکر سے خالی یہ گفتگو
 یہ سنکر اوپر بھر چرپاے نظمیر
 کہا اس سے بعد تفتیش حال
 ار اکیں دولت کو لیکر تمام

فقیری کی بوسے بھی نا آشنا
 خدا خلق دو لون کے اگر دہل
 سراپا وفا سر بسر نو عشق
 کہاں سے تو آتا ہے ایسہ لقا
 ہے کیا نام اس شہر کا شاہ جی
 یہ کہیے بیان آپ کا کیا کام
 مجھے اس سے ملنا ہے ایسے کاروان
 سحر کو وہاں لے چلیں گے یہیں
 کہ ساتھ اسکے مسجد میں کلا ڈوہ نا
 کہ اونختہ عشق جو رستان
 بہت دے گا ہاتھ پر رکھ کر ہاتھ
 بہت سخت نا اہل و مکار ہے
 ابو حیل ہے نام مردود کا
 تو کہوئی نکر منڈل آرزو
 ہوئے گرد اسکے امیر و فقیر
 کہ اسوقت وہ شاہ قدوسی خصال
 لب جو جاتا ہے دربارِ عام

| | |
|-----------------------------|----------------------------|
| وہین ہوا گاہ خسر و احمسند | کہ میدان کی چاندنی ہو پسند |
| چلا جا اسی دم تو دربار میں | نہیں روک ٹوک اسکی سرک میں |
| وہاں کچھ سفارش کی جت نہیں | کسی واسطے کی ضرورت نہیں |
| محبت سے جاتا ہے جو اسکی پاس | عنایت پیش آتا ہے بقیاس |
| یہ سنکر وہ دلدادہ ہے نظیر | چلا سو سلطان میر و وزیر |

رحمت

| | |
|--------------------------------|-----------------------------|
| پلا اب وہ محی بھر کے ساقی ایام | ابد تک رہے جس روشن دماغ |
| اٹھا جام و چراغ روح روان | بنا دے مجھے جان پریشان |
| چمکا دے تو بس آج اچ خوش عمل | کہ یوہن ہر تقدیر روزِ ازل |
| شام اک دن گل آفتاب | لگا ڈالنے زعفرانی نقاب |
| شفق کی چمک منہ چھپانے لگی | سیا ہی سی ہر سمت چھپا لگی |
| ستارے ہوئے جرج بر جلوہ گر | جلایا فلک نے نپسراغ قمر |
| سیان سینان رشکِ قمر | ہے اک مہ حسنِ ازل جلوہ گر |
| وہ محبوب یزدان بشیر و نذیر | فرستادہ خلاص رب قید |
| نراکت ہر اک عضو میں جا لگی | صباح تیارِ رخ و لپہ در |
| عجب سوگنا بان عجب آفتاب | کہ پر تو سے بجلی بنی موج آب |
| وہ محبوب عالم شہ و صغیا | حبیب خدا و ارثِ انبیا |

ہمیں ہوتا انسان ایسے جمہ
 وہ مندرق معلّا کی شان علّا
 ازل سے ملی اُسکو یہ برتری
 عروج سرِ بامِ اُتید ہے
 وہ گہو نگرے کچھ بال اُبج ہوئے
 سیاہی مین وہ زلف کا فکا دل
 جو بے مین خوبون کی تصویر ہے
 نہ کیوں اُس جبین کی کرین ختم
 عجب وشنی ہے عجب آت تاب
 یہ لوحِ دو عالم کی تفسیر ہے
 تجلی گہہ حسنِ زیائے حق
 زیادت گہہ خاصِ حُسنِ قدیم
 وہ روشن گردِ دل کشادہ جبین
 ہے خط جبین سے عیان لب
 یونہیں کاٹتے ہیں یہ مضمونِ کام
 وہ ابر و قیامت کی شفا خلق
 چڑھی تو نظر پر کوئی جرّہ گیا

مگر کفِ لم نور کی ہے شہ
 جہان تک نہ پہنچیں قیاس کا
 کہ حاصل ہے کوئین کی رُوی
 وہ سرمایہ خسر جاوید ہے
 کچھ اُبج ہوئی کچھ وہ سلجے ہوئے
 شبِ تیر بھی جس سے منفعل
 بگڑنے مین عاشق کی تقدیر ہے
 کہ ہر آسانِ جلالت کی بدر
 کہ ہر سجدہ گاہِ مہر و آفتاب
 جو پیش آتی ہے اس مین تحریر ہے
 بیاضِ جمالِ دل آرا سے حق
 امانت گہہ نور رب کریم
 سرِ مطلع صبحِ منتِ چوشتین
 کہ خط کھینچ گیا خطِ تقدیر پر
 کہ تقدیر ہے ان کی مرضی کا نام
 جہنم خوفِ حق ہے نہ کچھ باکِ خلق
 جو سٹے تو حد سے ستم بڑھ گیا

دو چشمِ فنونِ گراوا اسیرین
 صاحبِ ہستی شرارتِ شفیق
 غصہ کے ہیں وہ لالہ و طری مگر
 وہ ترجیحی نظر کس بلا کی شیر
 نہ بیٹھی کبھی حد سے گھر میں یہ
 لگی سرسری ہو گئی کارگر
 کبھی دیکھنا پشتِ پاکی طفت
 نوافیل سے پہلو کبھی دیکھنا
 وہ بالکین ادا میں نہ ترجیحی نظر
 شب و روز رہتی ہیں اس تاکین
 کیونکہ بھر کر نظر دیکھنا
 اوپر دیکھنا ہوں جد ہر دل غلہ
 شب و روز پہرئی ہر ساغورہ
 وہ گوشتِ مین مست و شراب
 رچی گاہ میں سے سہبا حسن
 کئے صیدِ عشاق کے من غم ہوش
 کبھی سوچ محبتِ بنی

کہ بے سر رہتی ہیں وہ گھیر
 قیامت ہر دم ساز فتنہ رقیق
 ابھی نگلے ہیں خونِ مٹن بک
 کہ بجلی گراتی ہو دکھلا کے یہ
 بناتی ہے گھر جا کے پتھر میں یہ
 وہ برجی کی برجی نظر کی نظر
 کبھی سینہ با صفا کی طرف
 وہ لٹکا کے کیسو کبھی دیکھنا
 جو پھیرین چھری حلقِ عشاق
 کہ ملکر ملائیں کسے خاک میں
 اوپر دیکھتے ہی اوپر دیکھنا
 یہ طلب کہ اس میں کچھ تو چلے
 کہ ہر ساقی جامِ عہد الست
 مگر کام سے اپنے ہر شیار
 بنی گاہ طاؤسِ طن از مین
 پھری سو بیست و شوہ و زو
 کبھی شور و ریائے الفت بنی

دکھائی روانی ہم ذوق کی
 بنی گاہ باغِ حقیقت کی بو
 سونگھائی شہیم ریاضِ است
 بنی صیقل تیغ خوبی کہین
 کسی سے کیا دور لاف و گزاف
 کبھی بن گئی وہ کسند امید
 کبھی باہم وصلت پہ پہنچا دیا
 کبھی برشس تیغ قاتل بنی
 کہ جبکو وہ سفاک اشارا کرے
 کبھی دامنِ دشتِ وحشت بنی
 کسی کا کیا جامہ ننگ چاک
 بنی گاہ دربانِ بابِ کرم
 جو مغرور آیا گرایا دوسے
 یہی نتائجِ بابِ امید ہے
 عجب رنگ میں ہے یہ ڈوبی ہوئی

سنائی صدا گریہ شوق کی
 بنی گاہ گردِ روِ آرزو
 کیا منزلِ عشق کا بند و بست
 پری بن شیشے میں اُتری کہین
 کسی کا کیا دل کا آئینہ صاف
 کبھی رشتہ آرزو ہائے دید
 کبھی جلوہ یار دکھلا دیا
 کبھی بحرِ حسرت کا ساحل بنی
 یہ تلوار کے گھاٹ اُتار کرے
 کبھی تارِ دامنِ رحمت بنی
 دیا گاہ خلت کا لبوسِ پاک
 بنی گہہ عصا صنیعانِ عہد
 جو عاشق گرا تو اٹھایا اوسے
 کلبہ در گنجِ توحید ہے
 کہ باقی بہنیں نام کو بھی مونی

| | |
|-------------------------------|--------------------------------|
| غرض جسکو تا کا نہ چھوڑا اُسے | جو دل مل گیا خوب توڑا اُسے |
| کہ ہو طائرِ قدس حنجا ہدف | وہ کھینچے ہوئے تیرے گانگی کھسک |
| کہ چوکی پہ ہیں چشمہ نور کی | انھیں سو جیتی ہی بہت دور کی |
| کہ مدت سے پرور وہ حسنِ مین | وہ یلکین مین یا پرورہ حسنِ مین |
| صفائی مین نہر لبین منقل | وہ مینی کہ منتار طوطی خجل |
| غرض چہرہ حسن کی ناک ہے | اگر یہ نہو حسن سب خاک ہے |
| گل بوستانِ کمال و وصال | اگر وہ نگارین بہارِ جمال |
| ریاضِ لطافت کی تازہ بہار | وہ رخسارِ نازک وہ رنگین غذا |
| صفائے دل اہل حسنِ عمل | وہ آئینہ صورتِ لم نیل |
| وہ محرابِ جلالِ خداوندگار | وہ بدرِ حیدرِ رخ تابدار |
| صبح و شگفتہ صبح و حسین | وہ رخ مطلع صبح حق یقین |
| کہ جیسے کوئی نیکو پڑی ہو دہری | وہ رنگت گلابی نزاکت بہری |
| کہ خود حسن کو اس کے جلوئے ناز | حسین اس قدر وہ مہر و لہوار |
| تجلی وہ شعلہ شمع طور | وہ تابندہ رخ صورتِ مہر و نور |
| کہ شعلہ تے ہیں جس نازک مزاج | نزاکت کا اسکے یہ شہوہ آج |

وہ مہرِ سخاوت وہ بدرالبدحو
 فروزان ہے ایسا کہ نزدیک در
 گلِ جان کا پہلا ورق ہر پہی
 وہ لبہاے معجزِ نبیان و فصیح
 کرین کیون نہ عشاق کو چہرِ حلال
 وہ ابر گہوارِ شیرین زبان
 فصاحت کو دریا کی یکتا نہنگ
 کہی جو وہی ہو یہ ہے خستیا
 عصاے دل اہلِ محبت ہر پہی
 جو کہدی بہنیں اُسین کچھ شکوہ
 وہ گوشِ حسین رازدارِ نکات
 وِ معرفت کے وہ دوکانِ مین
 وہ گردن کہ اہلِ صفا منفعیل
 نہ کیون قریبِ حق ہو کس مزید
 بھرے گول بازو وہ عالی وقا

وہ شمعِ حقیقت وہ شمسِ الفضا
 برابر انسی کا ہے آنکھو نہیں نور
 سرِ صفِ سرِ سبعِ قی ہے یہی
 بہین شکِ اعجازِ ازلہ دمِ مسیح
 کہ بے پان کہائے وہ تہیِ مینال
 کرے جو کہ سرِ نہرِ کشتِ جہان
 کرے قافیہ جو بلاغت کا تنگ
 کہ ہے سیفِ حکمِ خداوندگار
 کلیدِ دربابِ رحمت ہے یہ
 اسے لوگ کہتے ہیں مضاعفِ غیب
 سنا کرتے ہیں جو محبت کی بات
 عقیقِ سماعت کو وہ کانِ مین
 صراحیِ بلور جس سے تجل
 کہ ہر یہ گزرا گاہِ جبلِ الوریذ
 کہ ہو اہی آسمان ہی شمار

| | |
|--------------------------------|---------------------------------|
| یہ نازک کلائی کا اُس گل کی ننگ | نصو رہی پھولوں کا ہو جیکونگ |
| وہ پنچہ جو عشاق کا دستگیر | کہ پنچہ میں جبکہ دو عالم اسیر |
| وہ پنچہ کہ جس میں خدا ایکازو | وہ قدرت سلیمان بنی جس سلو |
| وہ ناخن کہ مہر سپہ کمال | بنائیں جو ہر دم نیا اک ہلال |
| نشانے پہ جوڑین اگر تیر کو | بناوین وہ تقدیر تذبذب کو |
| غضب کی وہ گرمی حسن شباب | کہ جہپہ دل قدسیان ہو کباب |
| نہ کیوں اوس ملکہ ہو خوش ہر مل | کہ خوش ہو جو وہ دونوں عالم بین |
| اسی عالم وجد میں وہ جوان | مردب گیا پیش شاہِ جهان |
| ستاروں کے مانند میر و وزیر | فرام ہیں گردِ شہ دستگیر |
| یہ دیکھا تو وہ بے نظیر خیرین | بڑھا بہر پاپوس سلطانِ دین |
| مگر روکنے کو اُٹھے کچھ شیر | کہ جانے نہ پائے اُدھر بے نظیر |
| نہ روکے رُکا پر وہ کہیں دلیر | کہ ہوتا ہی شیردن کا بچہ بھی شیر |
| سبحون کو ہٹا کر وہ عالی وقار | گیا پیش محبوب پروردگار |
| ادا کر کے سارے رسوم نیاز | ہوا وہ قدمبوس شاہِ حجاز |
| اٹھا شاہِ عالم اٹھایا اُسے | گلے سے اوسیم لگایا اُسے |

کہا تجھ پہ کیا ایسی آفت پڑی
 کہا میں ستم دیدہ ہجیر یار
 کبھی تہاشب و روز سرگرم ناز
 ہو بابِ نفقت و خل بیان
 یہ کہکڑ سنایا سب احوالِ خواب
 کہا اس شہنشاہِ دین نے کہ مان
 مجھے ہی دکھایا اسی نے یہ خواب
 وہ آرام سے دل شکستہ بہت
 وہ جو کچھ کہے دل سحرنا قبول
 حضوری ہوئی ہے جو حالِ تجو
 مرا مایہ ناز و عشرت ہے تو
 بسر کر مرے ساتھ آرام سے
 یہ کہکڑ ٹھایا اسے جلے صد
 غرض جتنے موجود تھے اہلِ دین
 اسی طرح ہر ایک میر و وزیر

کہ طے کر کے آیا یہ منزلِ کڑی
 امان خواہ آیا ہوں باحالِ زار
 پر اب ہوں اسپرِ طلسمِ مجاز
 نہیں کتابِ نملی کا نشان
 وہ ارشادِ محہرِ ہدایت مآب
 میں پہلے سے ہوں واقفِ آستان
 کہ اتنے ہی کرنا سے فیض یاب
 ہے تیر طاعتِ خستہ بہت
 کہ ہو وصلِ محبوب و سکو حصول
 بنا دوں گا انسانِ کامل تجھے
 یہاں صدرِ بزمِ محبتِ عرفو
 چھکا دوں گا توحید کے جام
 رخِ زرداوس کا کیا رشکِ بد
 لے اس سے باحسنِ صدیقین
 ہوا حکیمِ حاکم سے زبانِ پذیر

| | |
|---|--|
| جلیل حسین عالم دینی وقار وہ شمع ہدایت میں رہنے لگا | رہنیق اس کو شہ فریدی شہما جو گزری تہی دل پر وہ کہنے لگا |
|---|--|

بشارت و تصدیق

| | |
|--|---|
| پلا سا قیادہ وصل یار وے جاو ہی مایہ اختصاص چمکا چمکو جب ہم بشارت آج شب وصل آئی گیارہ سحر افق پر شہرام ہی ماہتاب درختوں پہ چاندی سی چڑھ لگی رہو پہلی کرن آسمان پر تمام پڑی پانی پر چاندنی کی جھلک وہ گل مل کے ابرک شعاع قمر پڑنے لگا نور افلاک ہوا اس قدر خوشنکی کا دھور نئے آئینہ سارے دیوار و در | کہ ہو چودھویں شب کی مونی ہمار ازل سے ہوں میں تیرا محراب بناکا مل اپنی غایت سے آج سب دل ہوا ساز سے سوز ہجر وہ چمکا اٹھا کر بسنتی نقاب تجلی بھی اٹھلا کے بڑھنے لگی اے اسنے لگی ریزہ سپہ خام دکھانے لگی موج دریا چمک چمکے لگی سطح آب پر تجلی اُبلنے لگی خاک سے بنی ہر کرن تار باران نور سفیدی پہری ہر در و بام پر |
|--|---|

تجلی کثافت کو دھونے لگی
 نظر آتے ہیں ٹیکرے جو اوہر
 بلندی پہ اب بدر آنے لگا
 بہت تل بنے دیدہ حور مین
 جو تھے خاص خاص اور معمولی
 پکڑ کر صنیا کہکشان کی کند
 صنیا چمکی دلغ جگر کی بہت
 اندھیر کو سایہ رستے لگا
 ہے اس ناز سے چاندنی جلوہ گر
 تجلی سے وادی یہ معمور ہے
 وہ پہول اجلے اجلے پرچہ سنا
 دکھاتے ہیں اس وقت کیسی بجا
 چمک ریگ پر صحن بلور کی
 یہ عالم جو دیکھا تو شکل کتان
 شعاعوں سے اڑنے لگو جو شر

مکانوں پہ قلمی سی ہونے لگی
 وہ کوہ صفا بن گئے سرسبز
 ستاروں کو نیچا دکھانے لگا
 بہت چھپ گئے چادر نور مین
 وہی کچھ جھلکتے رہے دور دور
 گئی تاسیر بام بخت بلند
 بڑھی کوچ سپر ایغ قمر کی بہت
 درختوں پہ جو بن برسے لگا
 کہہ سکتے کے عالم میں ہے ہر شجر
 کہ موج ہوا وجہ نور ہے
 کٹوری سی چاندی کی اس پر لے
 کہ ہوں ٹوٹ کر جن پہ نارسو نشا
 بچھائی ہوئے چاندنی نور کی
 ہو پارہ پارہ دل عاشقان
 سوئے چرخ اڑے کبک پر کہوں کہ

لگے ہو کئے اٹھ کے کئے کہین
 ہر اک حاسدا یا سیاہی بکٹا رہا
 مٹا رفتہ رفتہ وہ شور و غیب
 چکنے لگا سر پہ بدرِ شیر
 سپے کھلے نطارہ نورِ ماہ
 طبقِ مین ز تبسمِ جد کے دُر شاہوا
 ملکِ شکہ چاندنی کا باند ہے ہوگا
 وہ بھیگی ہوئی آنکھِ رحمتِ رات
 وہ شبِ نیم کی خُشکی وہ ٹہنڈی ہوا
 وہ شاخون کا جھکنا لچک کر کہین
 وہ میدانِ مین چاندنی کا لیان
 بخوم و قمر کا وہ عکس آبِ مین
 وہ ہر سمت چھایا ہوا نورِ بدر
 بھری نور سے ڈالی ڈالی تمام
 نہ کوئی مصاحب نہ کوئی مشیر

مچانے لگے شور کو تے کہین
 مگر بدرِ تابان چمکتا رہا
 گئی تاکر زلفِ لیلائے شب
 بنا متبہ نورِ حسنِ مسیر
 چڑھا بام پر وہ شہِ عرشِ جاہ
 قمرِ حق کے لایا برائے نثار
 پھر اگر داسِ شاہِ فیجاہ کے
 کہ تر دامنوں کی ہو جس سنجاست
 وہ اشجارِ آبِ روان کی فضا
 وہ لہرون کا اٹھنا چمک کر کہین
 وہ شبِ نیم کا گردِ نسکے کچھ کچھ دھوا
 وہ پانی مین جلتی ہوئی شعلین
 وہ شبِ لیلۃ القدر کو جسکی قدر
 وہ غیب سے ہنرم خالی تمام
 خصوصی مین حاضر فقط بینی طیر

وہ اشار پڑھنا چکے ہوئے
 ہوا اسکے اس شاہ دین کو سوا
 وہی ساتی جام عرفان بنا
 میسر ہوئی قسمتوں سحر یہ رات
 وہ ساغر یہ ساغر چڑھاتے گئے
 لند ہے خم پہ خم اور سب پر سب
 بہت دیر پیتے پلاتے رہے
 ہر اک اشک شادی پہا لگا
 ہوا نشہ بخودی کا یہ جوش
 محبت دہلی کو مٹانے لگی
 بنا بستر عیش حسن قبول
 چکنے لگا چہرہ اُٹب دکا
 کلی آرزو کی چٹکنے لگی
 متناہین ہدم بنین شوق کی
 گلے سے لگی مدعا کی امنگ

وہ خاص اسکے جلے پھر کچھ ہوئے
 لگا چلنے دو یو شراب طہور
 وہی قاسم آب حیوان بنا
 پیال کے دو نون نواب جیا
 لگا مار سنی بڑھاتے گئے
 وٹھلی جاے ہر دم ہی آرزو
 محبت کے نشے جاتے رہے
 لب جام ہنس کر رو لانا لگا
 کیونکہ باقی رانا اپنا ہوش
 تکلف کا پردہ اٹھانے لگی
 پچھانے لگی شوخی نماز بھول
 لگا ہون میں رنگ آگیا دید کا
 وفا پشگری سی چکنے لگی
 مرادون میں بوا لگی ذوق کی
 بند عارضت آہ دزار کی دھنگ

غمِ دل کا چلتا ہوا از دھام
 خوشی قلب کو گدگداسنے لگی
 ملی تازہ بو گیوسے پار کی
 ہوس دل میں پہلو بننے لگی
 سکون دورِ دل سے ہوا ہلکا
 طرب آکے تشویش کھوئے لگی
 دل و سینہ کے زخم بہرے لگے
 ہوا شوق کا ضبط پر دسترس
 یقین نے اٹھائی گمان کی نقا
 شک و ریب روپوش ہوئے لگے
 نگاہیں لگیں کہنے پیغام شوق
 ادب سے بڑھیں گے گستاخان
 راہوئے نئے واؤں چلنے لگی
 بڑا گرمی شوق سے ساز و باز
 طبیعت کی شوخی بڑھی دمیدم

قلق نے کیا دور ہی سلام
 مسرت سی چھری پہ چھانی لگی
 کسٹین تیریاں بند افکار کی
 نکلنے کو حسرت مچلنے لگی
 تسلی ہوئی مونس جانِ زرا
 بغلیہ تکیں ہونے لگی
 اُٹنگون کے جو بن بچھرنے لگے
 بڑھا جوش میں آکے دست ہوس
 نظر آئی ہر آرزو بے حجاب
 مقاصد ہم آغوش ہونے لگے
 تمنائے چو سالب جامِ عشق
 مرادیں لپٹ کر بنیں وصلیاں
 وہ برسوں کے ارمان نکلتے لگی
 عرقِ بن کے ٹپکا حبیبِ نیاز
 رکاوٹ کی باتیں ہوئیں کاغذ

ملا سازِ تقدیر سے سازِ وصل
 مسیح بخش تو فریق ہوئے لگی
 دلِ آسودگی خوب سیہم رہی
 نہ باقی رہی دل میں کوئی ہو
 یہ سُکر بنا خود فراموش وہ
 سنبھالا مگر ضبطِ چالاک نے
 کہا شبہ نے اے مایہ خصاص
 رہی اسکی تصدیق ای نیک نام
 ملا ہے مجھے حکمِ مہرِ نیر
 خدا نے دیا سب تجھے بیہ ریا
 ازل سے ہے تو عاشقِ نازِ حق
 چلے گا ترا حکمِ آفاق میں
 تری دم سی پھیلے گا دنیا میں جو
 تجھے ہم نے عالم دئے دینِ ناز
 علاوہ برینِ میثار اہل دین

بجا پر دے میں نغمہ رازِ وصل
 تصور کی تصدیق ہونے لگی
 وہی خلوتِ انس محرم رہی
 عنایتِ پکاری کہ اشد بوس
 ہوا جوشِ مستی سے بیہوش وہ
 دئے چھپتے آبِ رخ پاک نے
 ازل سے ہی تو میرا محبوبِ خاص
 میں تیرا ہی ہو کر رہو گا دم
 لقبِ دون تجھے عاشقِ منتظر
 ولی۔ عھدِ کلد تا ابد کر دیا
 ہوا آج صد شکر مختارِ حق
 کہ تو صد رہی بزمِ عشاق میں
 کر نیکے ترے نام سے عشقِ لگ
 مرید اور ہر دم تری جانِ نشا
 تری دم سے پائین گئے راہِ حق

کرینگے تری پیروی خاص عام
 پڑھتے گا جو دل سے اسے اکیبار
 زہرے رحمت اے عاشق ذوالجلال
 تجھے احتیاج دعا کچھ نہیں
 بشارت دے جانا ہے وہ بشر
 کہ یارب کہان میں یہ حمت کہاں
 اسی شکر میں غرق ہو وہ حسین
 جو دیکھا اسے غور سے اکیبار
 کہ دھیرے راکے اس دل میں
 پھیر دیکھا تو وہ عاشق پاک باز
 کھا گر کے قدموں پہ اسے پاک ذات
 اسی کی رہی آج تک دوڑ دوڑ
 ازل کی وہ باتیں بھی کچھ یاد ہیں
 تکلف نہ رکھئے روا اسے کریم
 یہ کہو اسے رنگ لائے حضور

کہ ہر وحی و احسام تیرا کلام
 وہ ہو گا ولی صاحب اختیار
 کہ خود منتظم اب ہے تیرا خیال
 کہ مرضی پہ تیری ہر بات میں
 تجھ میں ہے خسر و منتظر
 کیا جسے محبوب رب جہان
 کہ یاد آگئی اسکو لوح یقین
 تو یہ راز اس سے ہوا آشکار
 تجھے آزاتا ہے اس مجلس میں
 پھر اگر داسکے زروئے نیاز
 بھلا اس میں پردہ کی تھی کون بات
 یہاں آپ بیٹھے ہیں بدیہ رو
 محبت کی گھاٹیں بھی کچھ یاد ہیں
 کہ ہوں آپکا آشنا قدم
 کہ اس جلوے میں آج آئے حضور

یہاں آپ بیٹھے ہیں اس مجلس میں
 جزا سکے کہ چکر میں کہاؤں ضرور
 دکھانا تجھے کون بابِ نجات
 محبت کا نقشہ جایا یہاں
 کہ ملکر تجھے لچلون اپنے دس
 تجھے مجتہدوں حاصل کائنات
 مرے ساتھ پہنوسو قدر چل
 بڑے چین سے تا ابد کرب
 دہن آرہیں گے تیری بیستغنیق
 نوڑنے لگا وجد میں مستطیر

بلایا مجھے قدس کے دس میں
 بجلا اس میں کیا مصلحت تھی حضور
 کہا میں نہ آتا ہوا خوش صفا
 فقط تیری خاطر میں آیا یہاں
 اسی واسطے میں نے بدلا یہاں
 سحر ہو تو کہو لون میں بابِ نجات
 کہ زاد سفر ہو وہ حسنِ غسل
 پہنچ کر تو اُس منزلِ عیش پر
 وہ اہل محبت وہ اہل طریق
 سنا جب یہ ارشاد مہرِ نیر

غزل

وہ خود لیتے آئے خبر دیکھئے
 وہی آج میں نامہ برد دیکھئے
 کسی کا وہ کہنا ادھر دیکھئے
 ذری اپنی زچھی نظر دیکھئے

محبت کا جذب وارث دیکھئے
 کبھی تنگو لکھتے تھے ہم شوق دیکھئے
 کسی کا وہ منہ پیر کر دیکھئے
 کبھی میری قسمت کی پہر دیکھئے

| | |
|---|--|
| <p>اسی پر ہے نازِ نگاہِ کرم یہاں نگین بہت دس گتین فرس کوئی عشق کہتا تھا کوئی جنون وہ آخر لے بات کی بات میں بہت خوبصورت ہیں یوسف مگر اس آئینہ خانہ میں حیرت ہے یہ</p> | <p>میں ٹرپوں ادھر آپ ادھر دیکھو وہ آئے ہیں اب راہ پر دیکھئے بتاتا ہے کیا چارہ کر دیکھئے وہ طول اور یہہ مختصر دیکھئے ذرا آپ کو دیکھ کر دیکھئے کسے دیکھئے اور کدھر دیکھئے</p> |
|---|--|

ہنیں کہوتے انگہ کیوں غمظیر
وہ آتا ہے کوئی ادھر دیکھئے

باب نجات

| | |
|---|--|
| <p>پلا اب وہ می سافئی پاکذات اچھوتی دے وہ دخترِ زنجے بنامست و بخود مشا عینِ سر اٹھا جامِ کربلہ رفعِ مال وہی خوب ہیں جو کہ ہر ہینست وہی دیکھ کہ ڈوینِ محبت میں ہم</p> | <p>بنے حلقہ بجامِ بابِ نجات کہ ہو دم پہ قابو و عا دنِ تچے کہ دیکھوں میں اپنی ہی عالم کی سر کہ دنیا سراسر ہے خوابِ خیال غمِ منیت انگونہ کچھ فکرِ ہست کہ رہتی ہے شادی نہ رہتا ہی غم</p> |
|---|--|

مجھ مت کر کر تو پہونچاوان
 نہ چھوٹے مگر یہ سلامت روی
 ہر اک راز کی پاس داری ہو
 نہ لغزش ہو کچھ خود پرستی میں ہی
 چھڑا دے خیال حیات و ممات
 وہ محی و کسے جو کہ یوں مخبر
 اٹھا جام دے بہر آبہ شراب
 مری مے پرستی کی وہ شان ہو
 جرم سے نہ مطلب نہودیر سے
 نہ اغیار کام آئیں گے کچھ نہ یا
 پلاساغِ عشق کر شاد کام
 کہا تک میں افسانہ کل سنون
 پلا بادہ پھر سن میری داستان
 نہ گھبراؤں کیون دو راہِ یام
 رہی گانہ کوئی رہا غلطیہ

انا الحق۔ کہے فزہ فزہ جہان
 کہ پی کر اُبلتے ہیں کم ظرف ہی
 بھکنے میں بھی ہر شکاری سے
 قدم لڑکھرائیں نہ مستی میں بھی
 کہ دنیا کے سب کام ہیں بے ثبات
 نہ جنت کا غم ہو نہ دوزخ کا ڈر
 جو دلے اٹھا دے دولی کا بچا
 جہان خود پرستی بھی یان ہو
 لگاوٹ نہ باقی رہے غیر سے
 خیالی ہیں ساری نقش و نگار
 ہے دنیا فقط ایک دیکھو کا نام
 کھانک ملرجی کا قتل سنون
 کہ ہے جام آئینہ نہ رہستان
 مڈا رہی ہے لب جام سے
 رہے نام اشد کا غلطیہ

| | |
|---|---|
| <p> یہ وہ دور ہے جز خداوندگار ہنہیں جز ترے جو کسی کو بقا ہنہیں جاننا کوئی دم کا شمار شفق نے گرائی جو خم سے شراب حیا صبح کی مہر کھونے لگا چلی ڈکھڑاتی نسیم سحر سبجائے ہو آپ کے بغلیں ظہیر لاراہ میں حیلہ نہ نمود میں جانے کو تھا خدمت شاہین ذرا اتنی تکلیف نہ رایے یہ سنکر چلا وہ شہِ دو جہان اُسے بہی غرض ساتھ لیکر وہ نہا یہ آمینِ شایستہ دلپذیر وہ سلطانِ عالی نسب نہی کمال ہوئی رخصتِ درد و غم ناگزیر </p> | <p> کیا بھی ہرگز نہیں استبا مجھ ذات میں اپنی کرتو فنا نہ ٹوٹے کبھی جامِ زترین کاتار اٹھا تھا ہوا آفتاب دماغ ہوا گرم ہونے لگا شعاعیں بڑھیں نشہ میں جہم کر چلا سوے دربار مہر منیر یہ پہ پہو پجالی اس باد فانی خبر مگر آپ ہی مل گئے راہ میں جو اہر کو بھی ساتھ لیجائیے وہ جس جافروکش تہی آیا دہان گیا پیش سلطانِ گیتی پناہ ہوئی وہ قدم پوس مہربان بہت خوش ہوا بعدِ تقیّس حال ہوا سور و صمد کرشمِ ظہیر </p> |
|---|---|

جٹا کر نہ راہِ غایت اُسے
 کہا ہے ہی حاصلِ کائنات
 یہہ کہراٹھا جتنے وہ سب کے سب
 ذری و درجا کر رکا شاہِ دین
 پڑی لوح پر جو نظر اکیبار
 یہہ لکھا ہے عاشقِ منظر
 اُسی میں تو چھپا اب آخوشِ صفت
 پڑا یہہ تو فوراً شبِ منظر
 دکھائی دیا سامنے ایک باب
 وہ بابِ سعادوت بلند آفتاب
 نگہبان ہزاروں پیادہ سوار
 اوہنوں نے جو دیکھا اٹھا کر نظر
 برابر کھڑے ہو گئے اک طرف
 قریب آگیا جب وہ عالی تبار
 لیے ساتھ انکو بصدِ عز و شان

دیا سو نہ گنجِ محبت اسے
 اسے لیکے جا سوئے بابِ بخت
 روانہ ہوئے ساتھ با صد ادب
 کھادیکہہ اب اپنی لوحِ یقین
 تو کیا دیکھتا ہے وہ عالی وقار
 اٹھا جلد و امانِ مہرِ منیر
 نظر آئے تاجِ حکمرانِ بخت
 چھپا ز پر و امانِ مہرِ منیر
 بجلی میں رشکِ سہ و آفتاب
 کہ شکل سے کسوں نے پھرے نظر
 فرشتوں کا یہی ہونہ اسکا گزار
 کہ اتا ہے شاہِ ہنر نامور
 جھکے بہرِ تسلیم وہ صفِ بہ صف
 قدم آکے سینے لے اکیبار
 ہوا داخلِ بابِ شاہِ جہان

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| ہوئی ختم جو وقت وہ حد باب | تو بولا وہ سلطان رحمت ماب |
| وزرا دیکھد اب لوح ای منیظیر | کہ کہتی ہی وہ کیا حکم تیر |
| سُنکر جوہین لوح پر کی نظر | نواپنی ہی تصویر تھی جلوہ گر |
| نہ اور اک شادی نہ ماتم رہا | فقط ایک حیرت کا عالم رہا |

داوی حیرت

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| پلا اب وہ مے ساقی مہربین | کہ آئینہ بجائے لوح یقین |
| دے جائے خوش پڑے جادو | بنادے مچھ مستِ علم وجود |
| وہ مے دے کہ ہوا سکا عین البقین | کہ انسان ہی ہر کتاب تکین |
| فلک پر اڑا وہ سحر اغیار | منور ہوے داوی و کو ہزار |
| مخوم اپنی ہستی کو کہو نیلگے | جلی مین رو پوش ہو نیلگے |
| سحر کیلئے آئینہ آفتاب | ہوئی جلوہ افکن بصدب تاب |
| مطلقا بجا رو کی وچوٹن | دکھاتی ہیں اس وقت کیا کیا مان |
| ہرے نخل اُن پر زرافشان کرن | شبا عوچی وہ کو پلون پر پھین |
| وہ سہنر پودے طراوت بہرے | وہ شفاف چشمے لطافت بہرے |
| وہ شبِ نیم کی ہو ہوئی ہری ہین | زمرود کی وہ قدرتی کلیمان |

وہ پانی کا جھڑا وہ چاندی کے تار
 سر شاخ پہ لوٹا گھٹا کہین
 وہ گدرا کھیل ہر شجر بارور
 کہین لالہ سرخ سا عید و ش
 وہ نکہرا ہوا چہرہ نو نہال
 کہین پہول بچوے کہین مرغزار
 جاسر و کوہی کا دل گل کہین
 وہ گنجان شاخیں شجر سایہ دار
 کہین طائرانِ حشر نغمہ زن
 کہین غول کے غول و غنا غول
 پرندو کا جھڑٹ برنگِ سحاب
 وہ دریا کا موجیں کہین بارنا
 کہین غار میں جاگزیں تیسندو
 ورنندو کا جنگل میں وہ گہونا
 کہین کُنڈ پر وہ گہنی جھاڑیاں

وہ شیشے کی چادر وہ صابنا
 گلے تل کے نہر و کھاہنا کہین
 چھاڑنا ہے جو بن اشجار پر
 کہین زکسِ مست حیرت فروش
 وہ بکھرے ہوئے سبیل شکر بال
 ریاحین خورد کہین بے شمار
 چرندو کا جنگل میں منگل کہین
 پھاڑو کئے دامن میں وہ بنوڑا
 کہین چوڑی بہر ہے ہن ہن
 پرے کے پرے مرغِ یا قوتِ بال
 کہین جھنڈ چڑو کھا بالائے آب
 کھارون میں شیروں کا ہنگام
 کہین کہو میں بیٹھے ہوئے آرد
 کہین ماتھیوں کا کھڑی جھومنا
 دو دو ام حسین ہنر و ن ہن

| | |
|--|--|
| <p> چٹا نوں پہ وہ چادر آب صاف کہیں گہاٹیوں پر رندوں کا زور وہ کیلے کا جھگل وہ آبِ روان وہ گلّوں کا چہرہ ناچا گاہ میں سلیں سنگِ مرمر کی با آبِ دانا ذرا دور چل کر بیابان میں لٹا طم ہے امواج کا استدر یہ سب ہے مگر کوئی مریخ نہ جد ہر آنکھ اٹھاتا ہے وہ خبر یہ عالم تختِ سر کا ہر بات میں کھڑا ہے ترد کی حالت میں کھڑا سوچتا ہے وہ نازک منہ ہوا محو حیرت جو وہ خوش عمل </p> | <p> ہو چاندی کے پتھر کا جیسے غلام کہیں ڈالیوں پر پرندوں کا شور ترالی میں لاکھوں جڑی بوٹیوں بچھا بنر قالمین صحرانہ میں دکھانے لگیں پر تو آفتاب ردان ایک دریا سیر میں کہ آتا تھیں وہ کنارہ نظر نہیں دیکھتا کچھ ہی اپنے سوا تو اپنی ہی تصویر ہے جلوہ جگر کہ جوش ہے وہ اپنی ہی تہ میں چھپتا ہے بہت سخت حیرت میں کھان لائی ہے محکو قیدی آج نو گہرا کے پڑھنے لگا یہ غزل </p> |
|--|--|

غزل

یہ کیا ہے بینِ خیرِ شیر ہی بینِ ہلکے فتنے کے تفع و ضرر ہی بین

| | |
|---|--|
| <p>ہین نخل و سبز و عسبر ہی ہین ہین مخبر حق خبر ہی ہین ہین صاحب خانہ گھر ہی ہین ادھر ہی ہین ہین ہین ادھر ہی ہین ہین طعل ہی مختصر ہی ہین تاشا ہے اہل نظر ہی ہین قضا ہی ہین ہین قدر ہی ہین</p> | <p>ہین کوہ و وادی ہین جواب ہین مین مورخ ہین داستان ہین دیر و عسبر خدا و ہنم ہین لامکان ہین ہین ہر جگہ ہین دفتر کل ہین لفظ کُن ہین خود و مقبر ہین خود نگاہ ہین نیست ہین خود ہین ہین</p> |
| | <p>ہین نضر جانان ہین منظر ہین ذات باری بشر ہی ہین</p> |
| <p>اُسے لوح یاد آگئی ایک بار نظر آئی پہر اپنی صورت وہی لگا پوچھنے کیا کروں اب بھانا یہ وہی حیرت کا ہے سب اثر تہاں پر انہیں ہین ہی مہر نہیں کہ تا تجھ یہ راز ہوا شکار</p> | <p>اسی کشمکش میں سر انجام کار مگر وہ تو پہلے سے آئینہ تھی اسی شکل سے پروہ رعنا جوان وہ کہنے لگی اے شہ جاسر تری شکل ہر جا ہو جاؤ گیر ظنون یہاں تو کر خست بار</p> |

بے ساتھ تیرے تغیر نہو
 پکڑے تو دامن اُسی مرد کا
 جو ہو ربط اوُس شاہِ دیندار سے
 جو اس بحرِ حیرت سے جا گذر
 یہ سمجھا تو وہ خسرو نامدار
 بدلتا گیا جیسے جیسے وہ رنگ
 نظر آئی اک صورتِ غنیمتِ سیر
 یہ دیکھا تو وہ خسرو و دو جہان
 جد ہر سے وہ دیباہ ہوتے گئے
 نظر آئی اک کشتی امتحان
 چلی جس گہری موجِ بارِ مراد
 گئے جب کہ دمارے میں نہ نیک
 جو طوفانِ حسرت ہوا آشکار
 بدلتے لگا رنگ ہر با خدا
 یہ کہتا ہے گو ہو خفا جی سے تم

سمجھو جس صورتِ پاک
 نہ اندیشہ کر گرم کا سرد کا
 ابھی پار ہو بحرِ فتنہ سے
 پہنچ جائے تا دشتِ ہو بیخِ طر
 بدلتے لگا حالتینِ شہسار
 وہ شکنیں بدلتی رہیں بید رنگ
 کہ ہر گرنہین وہ تغیرِ پزیر
 ہوا اک طرف ساتھ اُسکے روان
 بہت لوگ ہمراہ ہوتے گئے
 ہوئے سب سوار اس پہ باغِ و شاہ
 روانہ ہوئے سب وہ عالمی نژاد
 بھنور میں پڑی کشتی آرزو
 ہوئے خوفِ سب کے سب بقیار
 مگر ایک حالت پہ ہر نا خدا
 کہ کہیں کوؤ پڑنا نہ کشتی سے تم

| | |
|--|---|
| <p> یہ ایک وہ گھبرا گئے اس قدر مگر لوح کے حبس خیر شاہ بہت کوششوں سے غرض ناخدا کنارے پہونچ گیا یہ پھر صلیح کہ جو دو بستے ہیں سب بچا لو نہیں غرض ملے دو دن وہ عالی خصال کنارے جو پہونچے بحکم قدیر تو اس آئینے میں یہ یا نظر نہ تھا یہ پیش نظر نہیں ہے </p> | <p> گر سہ بحر زخا میں غیمہ رہا ہرہ حسرت دین سپاہ کنارے پہ کشتی کو لے ہی گیا کہ اس وقت ہی بسا سی میں ظالم چنے بطح ہن نکاوا نہیں جہا تک ملے انکو لائے نکال لگا دیکھنے لوح کو تھپیر کہ تصویر محبوب ہے جلوہ گر جد ہر آنکھ اٹھائی او ہر ہر ہے </p> |
|--|---|

دشت ہو

| | |
|---|---|
| <p> کہاں ہے تو ساتی یہ کیا طور ہے بنا جلد بخود ترے دم کی خیر وہ مے دے کہ دون جسکو تو غافل شب غم کی خفت وہ بچھلا پھر اٹھ جاگو کی یہ طرف ہی بکار </p> | <p> کہ ہر سو ہوا شد کا دور ہے کہاں تک یہ کثرت میں وحد کی فنا کر دے مجھ کی ذات میں وہ تار و کی جہاں وہ نسیم سحر سحر کہا کے فاع ہو روزہ دا </p> |
|---|---|

تجلی رحمت کا ہر سو ظہور
 وہ کچھ کچھ جھلکنے لگیں کو پلین
 پیہر ہونے دل پر لگائی وہ چوٹ
 تجلی نشان گنبد آسمان
 طیور سحر گرم حمد و سپاس
 کوئی سے بڑھانا ہوا جوش میں
 کوئی گشت گریز راہ ہے کہین
 خوش بآیند لوری سربلی صدا
 کوئی زمرہ سنج اس آں سے
 دکھاتا ہے کوئی رکھب کی ہوا
 لگانا ہے وہیوٹ کوئی اس طرح
 چڑھی اُتری بدھیم کی چل پہرین
 وہ چھوٹ اور سم کی کہت پر بجا
 کوئی کر رہا ہے وہ شوق سندا
 کوئی بول اور گت پہ نغمہ سدا

بیرون اڑنے لگے وہ طیور
 کھر داڑاڑا نے لگیں کو پلین
 کہ مشوق بھی ہو گئے لوٹ پوٹ
 نمود سحر کا سہانا سامان
 شناسخ مرغانِ زرین لباس
 ہر آتش فگن خرمن ہوش میں
 کوئی مینڈی در راہ ہے کہین
 ہر اک رنگ کے چھپ چھپا بجا
 کہ آڑی نکلتی سے لہان سے
 کوئی اپنے پنجم کے سپر نشار
 کہ سراپے قبضہ میں ہر جس طرح
 وہ گندار پر زمرہ دل نشین
 وہ کوہِ نمکی بادی سر و کھاتا رہا
 دکھاتا ہے دُہن کی کوئی شد و
 کوئی جو باد اور آنتر سے پر خدا

وہ ہمتی ہیں سپیل کی جو پتیاں
 کہیں ٹیپ کی دون کا شور
 صداؤں سے گونجا ہوا بن تما
 سناجب یہ ذکر خفی و جلی
 ہوا محو کفر سفر میں دماغ
 کنارے سے آگے بڑا بنیظیر
 ملا اک کفن ست میدانِ بیک
 وہ بالو کے ٹیلے وہ اچھلے بھاڑ
 ہوا کے وہ جھونکے خدا کی پتہ
 قریب آگئی دو پھر جہان
 شرارت کے ذرے جواڑنے لگے
 نکر و کھتا ہے ہی بنیظیر
 ہوا و جدین کے نمبر

بجاتی ہیں ہر تال پر تالیان
 کہیں آڑے چوتالے کا زور
 درختوں پہ حیرت کا جو بن تما
 اٹھا بستر خواب کے مھر بھی
 صدا اس جس بگیا شور زراغ
 وہی ہر طرف شکل مہر سیر
 جد ہر دیکھئے اک بیابانِ ریک
 کہیں چاندی کے ٹیکر و نچی وہ آڑ
 کہ جس تصور کی دہندلی نگاہ
 تبش سے ہوئی ریگ آتش فشاں
 ہوئے کوہ آتش فشاں ٹیکر
 یہاں ذرہ ذرہ ہر مہر سیر
 تو پیدا ہوئی ہر طرف یہ صدا

عزل

جد ہر دیکھوں جلوہ نما ہے وہی

مروے جان و دل میں بگاڑی

رہی راہ رو بہت وہی رہنا
 وہی بادِ صحر وہی گردِ راہ
 وہی منزلِ مشق میں میلِ راہ
 وہی سب سے اول۔ اسی کا ظہور
 وہی سب کی صورت وہی سب کی جان
 وہی ساقی می وہی محتسب
 وہی ہرگز نہ ہر وہی بس خوش
 وہی خود مرض ہے وہی خود دوا
 کہی دیکھتا تھا میں نیزنگے ہر
 وہی ذاتِ مطلق وہی منتظر
 یہ پڑتا ہوا جا رہا ہے وہ شاہ
 نظر لوح پہ کی جو زیرِ سپہر
 اسی شکل سے وہ شہرِ کاروان
 رہوں کب تک اس حال میں ہیں
 وہ قصیدہ بولی کہ اے کاروان

وہی تقدی مقتدا سے وہی
 وہی ریگ موجِ صبا ہے وہی
 نشانِ روئے مدعا ہے وہی
 وہی سب کا بانی بنا ہے وہی
 وہی سب سے واصل جدا ہے وہی
 وہی رند ہے پارِ ساہی وہی
 ہر آواز میں بولتا ہے وہی
 ہر آزار کی خود شفا ہے وہی
 لگا ہوں میں اب پہرہِ مادی وہی
 وہی شکلِ انسان خدا ہے وہی
 گیا بیٹھ اک جاگر بھر کے آہ
 تو دیکھی پھر اس میں ہی شکلِ مہر
 یہ کہتے لگا کیا کروں اب یہاں
 جسے دیکھتا ہوں وہ مہرِ منیر
 سدا دے تو اب قیدِ صورتِ بہان

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| کسی غیر سے تو نہ رکھ واسطی | فقط اپنے ہی دل سے کچھ دعا |
| سب سے بڑے ٹھکر ہے اسکا وہی | ہر اک عزم ہر نعل کو اسے جری |
| کہ جانی رہے یکفلم یہ چپک | ترے دلیں جو آئے گریہ ٹھکر |
| کہ آجائے قدرت کا حق یقین | ملے آگ بھی تو نہ رگنا کہین |
| ملے جا کے محبوب کی ذات میں | جو ہو بے تکلف تو ہر بات میں |
| تجھے خود ہونو گی کچھ اسکی خبر | سوئے قدس حبوت ہو گا گزر |
| نہ تمیز ہو گی کسی کی دہان | کہ میں کون ہوں اور کیا کھان |
| دہان خود نہ رہ جائیگی قید و آ | یہاں تو مٹا دے قیو و صفات |
| چلا جا اسی سمت بے خوف و بیم | گئی ہے جو وہ اک رہہ تقیم |
| وہ نکلا ہے اک کوچہ بخودی | دہان سے سوے راست استغنی |
| کہ گردش میں ہے صورت آسمان | سر راہ ہے ایک تخت روان |
| بھرنوع دکھلا مینگے شکل مھر | بیدہ گو سب نظر آئینگے شکل مھر |
| و کہد یگا یہ راہ ہے یہ تخت | مگر پوچھنا دل سے ایما زہجت |
| نہ تا قدس پہر ہو گی تجھ کو خبر | سوارا یہ ہونا تو با کر و سر |
| دہان ایک ہو جائیگی نقل و اصل | رہیگا نہ عشوق و عاشق میں نفل |

وہاں جا کے دیکھ گیا جب آئین
تو کہہ رہی نہیں اور بکچہ نہیں

بھار

پلا سا قیاد ہے لالہ نسام
ساتی ہوا گل کی دودھی بھج
ہے نور و زآج اسے بہارِ کرم
نظر آتی ہے قدرتِ ذوالجلال
بھگت ہے یہ تیرا چہ اغ
ہو جہلستان کی سڑک ہو ادھر
ہر اک سمت ہو کیا نہانا سان
بھی تک نہیں آتی آوازِ کوس
ہو شعلیں جلتی ہیں آبِ بین
بہن اڑ گئے ہیں تھوڑے گندار
گے شہر سے بہاگ کر دو پرچور
غلی کا ہے ہر طرف گوجوم
ہی صنوتارو کی تدھسم مگر

گلالی رہیں میری آنکھیں ہم
چپکا دے رہے تاحصوئی بچ
بنا دے بچے غیرتِ جامِ جم
کر پیشِ نظر ہے زمانہ کا حال
کھلا ہے حیرتِ خار و نکال
شماخون نے چھڑکا است رات بہر
فرج بخش ہو کسی تار و ٹکی چھان
جبین فلک ہے جبین عروس
وہی پھول چھو ہیں تالابِ بین
پڑے ہیں کہیں ست شبنم
نہیں لب کہیں سپر و لو کا شور
مگر ماند ہونے لگے ہیں نجوم
ابھی ہنس رہا ہے چراغِ قمر

بجلی میں ڈوبی ہوئی چاندنی
 قریب آتی جاتی ہے اس صبح صبح
 شفق آسمان پر ہوئی خیمہ زن
 شام کو کاجھونکا جو آنے لگا
 بد نے لگا رنگ پر فلک
 دم صبح و انجھڑ پڑنے لگا
 نظر آتا ہے آدمی دور کا
 گیا سیر کو غروب میں ماہتاب
 پڑا ہتھ پانی میں عکس شفق
 اڑا ہر طرف وہ ابلور گلال
 مچانے لگا شور ہر سو گھر
 ہوئی صبح رنگین او اخذہ زن
 چلے جانب تبکہ بید خان
 بڑ ہے جام دوست زندان
 شام کو بجی بڑھنے لگی اب بہار

بنی آج صبح چھٹی بجی
 یہ نقلی دنیا ہو گئی ہم بہر حال
 گلابی رنگا چمن نے پیر بن
 چرباغ قمر مجید نے آنچ
 دکھانے لگی نہ شفق کی جھلک
 اُجالا بھی رو رہے بڑھنے لگا
 پھٹی پودہ ترکا ہو انور کا
 نظر آئی وہ شرق میں آئے تاب
 بنی سطح دریا گلابی ورق
 ہوا دامن صبح تک لال لال
 جگانے لگی بانگ مرغ سحر
 چمکنے لگی جگمگاتی کرن
 نمازی اوٹھے سُنکے شور اذان
 درمیکدہ پراڑے پست
 بنا لالہ زار فلک شعلہ زار

سُنہرا ہوا عارضِ سپنج پیر
 وہ چچا یا گلستانِ پرنگِ شفق
 وہ بلبل وہ طوطی شکر شکن
 جو انانِ گلشن لبِ جو بہار
 غدا دل کا ہرست جوش و غروش
 کہیں بیلِ ناز کے چہچہ
 ہزار ہا سالِ جن
 وہ بوٹوں میں کٹے لگے چھوٹے
 درختوں نے پناہ دہانی لیا
 نئی پتیان وہ چکنے لگیں
 ریاحین سرسبز تازہ بہار
 وہ شاخ و بن کوئلے نکلنے لگی
 بنفشہ کہیں سنبل نہ کہیں
 گلستانِ مین ہر سو شمیم بہار
 حسینانِ نازک اوالا لہو

نکلنے پہ ہے آفتابِ سپر
 مٹا مٹا ہوئے سارے گل کے ورق
 چمکتے ہیں کیا کیا طیورِ چمن
 اُٹھے ہر تعظیمِ فصلِ بہار
 نسیمِ حمن مست و ذہبتِ فروش
 کہیں شاہدِ گل کے وہ قہقہے
 بدلنے لگے نخلِ رخت کہیں
 غدا دل کے چمکے لگے جھوٹے
 لب نہر بہرہِ زمردِ اساس
 وہ کسل کھلے کلیان کھلنے لگیں
 وہ بھولی حنا ہر طرف عطربار
 درختوں کی صورت بدلنے لگی
 کہیں ہوسن و گل بہارِ آفرین
 اڑھی دوشِ بادِ سحر پر سوار
 روش پر پھلتے ہیں ہر رنگِ بو

کھلے پھول ابیلے کے وہ لاجوا

وہ پھولی چنبیلی کھلا سونگرا

وہ گڑہل کھلا اور حنیرو کھلا

وہ پھولی نواڑی کھیلے کا سنی

چمن زیور گل سے زیبا نگار

سجھرا سے لالہ کار نگین ابلاغ

یہ فطرت کا ہر قدرتی انتظام

وہ پھولوں پر اڑتی جو مین تلیان

پڑے ہیں جو اس لطف سے خیر

لے لے تلخہ موج بادِ حصار

گر بن پھولوں پر شہد کی کہیاں

پھری گود شاخونکی اٹھارے

وہ گدرا سے پہل رنگ لافنگے

وہ انگور وہ رس بہری لچیان

تردمازہ سرسبز ہے ہر شجر

وہ پھولے ہزاروں طرح کے گلاب

کھلی چاندنی باغین جا بجا

وہ زگس کھلی اور شبو کھلا

وہ لالہ کھلا وہ کھلی کا سنی

وہ فوجا ستہ نوعروس بہار

دکھنے لگا آتش گل سے باغ

کھلے پھول لاکھوں طرح کے تمام

دکھاتی ہیں قدرت کی صنایاں

جگاتی ہے انکوں پر چم

ٹھکتی ہے جوشِ بندہ پر سوار

وہ چھوٹے جھکے لگین ہینیاں

ٹھکنے لگا شہد اشجار سے

انار اپنے جوبن دکھانی لگے

نکلتی ہیں آمو نین وہ کیریاں

لہے ہیں درختوں میں فصلی

لہے ہیں درختوں میں فصلی

وہ نازکیوں اور لیموں کے پھول
وہ فصل پسی کے خرمن کے ڈیر
وہ صحرا کی دیکھ ہے کوئی اب بہا
وہ بھولا ہوا ڈھاک بھی ہر طرف
وہ سرخی میں سینچل کے گل میل
وہ سیر کے پھولوں کی بوتلیں تھند
اک اترتے ہیں

لہر سیرانی ہوا یا حبیب
عجب ست خوشبو ہر پھولوں کی جا
بیت و دروہ جاڑیاں بین مگر
لہین نیم کے پھول عطر آفرین
رن پھول اکو ہر سنے بے شام
ہے سہج کے وہ سن گھنٹکے پھول
وہ صحرا کا ہر نخل پھولا ہوا
وامین ہے نشوونما کا اثر

کہ بے سونگھے ہوں ست اہل عقول
جھین و یکمک قحط سالی ہو سیر
کہ بھولوں ہر شاخ ہر شعلہ زار
لگائے ہے اک آگ سی ہر طرف
دکھاتی ہیں لطف ریاضِ خلیل
جسے سونگھتے ہی کھنڈن کھنڈ
چمکتی ہو چاندی کی جیسے کرن
مگر ہے کروندے کا جھل قریب
ہوئی جاتی ہے دل کی حاشیاء
ہو امین لپٹ آ رہی ہے ادھر
کہیں گچھے کچنار کے نازنین
دکھاتا ہے چاندی گھنڈ و مداد
الناس اور مال گنگنی کے پھول
غیم بادِ صبر کو بھولا ہوا
ہیں مستی پہ دُش و طہور و بشر

| | |
|----------------------------------|---------------------------------|
| دکھاتا ہر پھولون کا جو بن اُبھار | انگوٹوں پہ ہر خوش رنگ بہار |
| نہین ہوتا یہ زورِ رستی کبھی | کہ ہر شے پہ چھائی ہر اک بخودی |
| میں اس شانِ قدت پہ مہم تھا | دکھائی ہیں جس کے کیا کیا بھار |
| کے مخلق لاکھوں طرح کے بشر | نہین مٹیں ہر شکلین با یکدگر |
| نظراتی ہیں جتنی یہ صورتیں | ہجومِ خیالات کی صورتیں |
| نہین قیدِ صورت فقط بات ہے | یہ کچھ ہی نہیں ذات ہی ذات ہے |
| اسی کے کرشمے ہیں یہ روز و شب | کہ اک چیز ہے دوسری کا سبب |
| فلک پر دھچک بل دکھاتی ہوئیں | شعاعیں بڑھیں جگمگاتی ہوئیں |
| ہوئی دھوپ ٹیلوں پہ جلوہ فگن | درختوں کی چوٹی پہ چمکی کرن |
| بغلی سے عالم ہوا فیضیاب | وہ نکلا چمکتا ہوا آفتاب |
| وہ تختِ روان پر کوئی ذی ہم | اڑا جاتا ہے شکلِ ابر کرم |
| مگر اس کو اسکی نہین کچھ خبر | کہ میں کون ہوں اور آیا کدھر |
| کیا یک ملائیک بابِ طلبند | ہوا اوسمیں داخل ہو وہ فیروز مند |

روضۃ القدس

لغیۃ الباریح زمرۃ سین

پلاسا قیاسِ حق یقین

دئے جائے وصل بانِ یکریم
 ابد تک یونہی رہے کعبہِ حج کا میاں
 توفیقِ درقوسی و دلی کروگار
 یہ قدر ہے تجھ صانعِ پاک کو
 ترے لطف سے ہر یہ سبائی نگار
 یہ تیری عنایت جو انی مری
 بنایا ہیں عاشقی کے لئے
 اور آستینِ رحمت نہ ہوتا ابد
 جسے جعفر چاہے دے اختیار
 تری حکم میں ہیں زمین و زمان
 میں بندہ ہوں تیرا تو محبوب ہے
 جو پر وہ اتحاد سے تو اسی ذوالمنن
 تو انکھوں میں یارِ حق ہی جی میں
 عنایت کی جس پر کرے تو نظر
 غرض نیک و بد نہ ہیں زیرِ بند

فطوبیٰ لہ فاز فوز العظیم
 ہو اللہ عطیسی بغیر الحساب
 میں بندہ ترا پر گنہگار
 محمدؐ سے روشن کیا خاک کو
 بہارِ شباب و شبابِ بہار
 ہے کس شان کی زندگانی مری
 پھر اس پر کمالات آنی دئے
 لک لک حسد یا ذوالجلال بقصد
 تو قادر ہے اسی میرے دردِ گار
 کوئی جائے پھر تجھ سے کج کر کہاں
 یہ سب کچھ نہیں تو ہی موجود ہے
 تو گم ہونگا ہوں یہہ ماؤں میں
 مگر لطف کچھ بندگی ہی میں ہے
 معائب کو و اللہ کرد و کر ہنر
 کہ تو ذوالمنن ہے خداوندگار

یہ سب تیری قدرت کا اثر و الجلال
 پڑ پایا سبق ہم کو اخلاص کا
 دیا پھر محبوبِ برہی وہ اغفور
 وہ احمد وہ محبوبِ جلیل
 وہی حُسنِ گلِ عشقِ لبّیل وہی
 دیا پھر وہ مرشد بھی اثر و الجلال
 وہ محبوبِ فرزندِ شیخِ حُرّ
 وہ جلوہ نمائے کمال وصال
 وہ توحید و وحدت کے پستے پنا
 وہ مرشدِ مومنین گرامی پدر
 شہنشاہِ دین شاہِ احسانِ علی
 خلافت کے روسے کجس تمیز
 اب اس سے زیادہ ہو گیا مرتب
 انہیں کا ہے یہ فیضِ ایزد و المنن
 لقب جس نے رحمت پایا و حمید

کہ ہر رنگ میں ہوں عیدِ انسا
 کیا موردِ اس رحمتِ خاص کا
 کہ جس کے لئے ہے یہ سارا طور
 نویدِ مسیحا دعاے خلیل
 غرض سب یہ افرادِ ہنِ گل وہی
 جو اس وقت کو نین میں بے مثال
 سراویا وارثِ الانبیاء
 وہ آئینہ قدرت و الجلال
 شریعتِ طریقت کے وہ تکیہ گاہ
 جو ہر راز سے عشق کے باخبر
 وہ قطبِ مدارِ وفقیہ ہودلی
 تھے وہ نائبِ شاہِ عبد الغفور
 کہ میں عاشقِ سنتِ مطہر
 دیا تو نے ایسا جو استادِ فن
 نہ پھر کیوں ہو عالم میں مکتا و حمید

شہر محمد وہ قطبِ زمیں
 الہی وہ محبائے ناز و نیاز
 وہ عالی نسب سید پاک زاد
 اُسی کی بدولت میں پہنچا ہوا
 وہ اک شہرِ روضۃ القدس نام
 مکاناتِ اہل صفا کی صنیعہ
 عمارتِ بہشتِ فزائے ملوک
 سکانونِ مینِ بختِ ازل کی
 وہ دیواریں آئینہ آب و تاب
 نہ پھر کیوں ہوں وہ راستِ بجاؤں
 ملی آپ رحمتِ عالم کی جان
 لگاؤں عارفانِ جاہلشت
 پڑا سرخی میں رنگِ مہرِ حال
 بندی کو لازم تھی پستی جہان
 جہان تھی مناسب نمودِ فراز

وحید و یگانہ خدا کے سخن
 مرا شہدِ پاک و دانگراز
 ابد تک سلامت ہے بامراد
 کروں جیسے قربانِ مکانِ لا مکان
 سرِ صفا جانِ خوبی تمام
 نکالی ہوئی بختِ ماہِ سنیر
 مقاماتِ اسرارِ اہل سلوک
 وہ رفعت کہ ہوا برجِ اندیشہ پست
 جودِ سوا و ٹھادینِ دلی کا حجاب
 کہ ہوا صلِ حق جن کی بنیاد میں
 گلابِ سببِ اس کا جب بیگان
 ہوئی حرفِ بحرِ مرینِ سرِ نوشت
 سفیدی میں کا فورِ صبحِ جلال
 توی عشق کی خاک ساری دھان
 دھان حرف کی رفعتِ کبر و ناز

دیا عرض اگر کبر امتیاد کا
 نہ کس طرح مضبوط ہوں پھر حجت
 ہر اک گنگرہ محسوسِ کمال
 پناہِ عنبر بیانِ درجہ بند
 محافظِ ہر اک در کا میک حیات
 ہر اک گوشہ میں راز کا بندوبست
 قضا و قدر نامِ مساک
 بھڑکٹ کر ہر طرف رنگِ عشق
 جو خالی رہی جاے اہل نیاز
 سکانوں میں ہر سو وہ نور امید
 چراغِ رضا سے جو روشن ہیں گھر
 ہر اک در کی محراب میں ہر جہم
 سکانوں میں مٹی وہی ہی تمام
 ہر اک طاقِ ہر دل کو بنیو ملحق
 دہان چوب کی جاہن تارِ نگاہ

تو ہے طول بھی حسرتِ مدیکا
 ہر کرسی سکانوں کی پائے ثابت
 ہر اک آستانِ عرشِ جاہ و جلال
 عصائے ضعیفان ستونِ بلند
 وہ ہر ایک دروازہ بابِ بخت
 ہر اک کمرہ خلوت سرِ است
 توکلِ دہانِ پشتہ دیوار کا
 وہ شفاف دیوار میں ہر رنگِ عشق
 بھرا اُس میں خونِ شہیدانِ ناز
 کہ بختِ سب سے بھی دہان ہو سپید
 ہے تسلیم سے حسنِ محرابِ در
 کہ قوسین کہا میں ایگی منہم
 کہ اُس کا عجبِ محبتِ ہر نام
 بہنیں دوسرا ایسا بالائے اتفاق
 ہے سقفِ مکانِ ظلِ لطافت

دین بلم کہ کچھ بن اویشتی
 نہ کہ یوں وہ محال ہو حقیقت لائے
 ہو اس گمراہ میں کہ با حال شقائق
 وہ ان رکھتا ہے ہر مکان پر نفع
 ہر ایوان کی واہ کیا شان ہے
 یہ اس رہ رہ میں پھر کیا نشیب فراز
 رہے بیوں نہ رسد اس گلی کا فلک
 لکھ برون کیا میں اس شہر کی آب و تاب
 ہے خالی شکایات و آفات
 وہ ان پھرنے والوں کو یہ عید ہے
 یہ گایوں میں سچ روشنی کا دھور
 مکانوں کو لگے وہ خوش فہم باخ
 نسیم حیات اس جگہ کی ہوا
 معطر یہ گلستان و انکلی تمام
 حلال و حلال ہے شہر و قہر

ہے زینہ اسی بلم کا مہر عشق
 کہ ہو نردبان جس کا عشق مجاز
 جہان فرش ہو چشم عشاق کا
 فضاے تقرب کا صحن وسیع
 سعادت ہر اک در کی در بان ہے
 جہان فرش رہ ہو حسین نیا
 بچائیں جہان اپنی آنکھیں ملک
 کہ ہو ذرہ ذرہ جہان آفتاب
 بھر ہے وہ فخر و مہمان ہے
 کہ ہر نقش پا چشم اسید ہے
 کہ ہر سمت جاری ہر اک بحر نور
 کہ عاشق کو کہنے پہ جھٹھ داغ
 جو مڑے کو زندہ کو سے بر ملا
 کہ تازہ کریں قد سیر و کامشام
 ازل و ابد اسکی شام و صبح

دمان موسمون کا زالا ہی ڈھنگ
 جو گرمی ہر توشن بید رو کی
 اسی جات داخل وہین اعتدال
 دور وہ مکانات با آب و تاب
 عجب شہر حیرت کا گنجینہ ہے
 اگر کوئی جائے دمان بہر سیر
 نظر اسکی جس چیز حبا سکی
 جو کچھ چاہے تو کہہ لے کوئی یہین
 عجب شہر ہے حاصل دو جہان
 نہ دنیا سے مطلب نہ دین سے غرض
 عجب شہر آباد و مہمور ہے۔
 دمان کچھ غم خیز و شری نہیں
 فزون عیش و دید بے جد و کد
 بری نفس سے دمان ہر بشر
 دمان نقد راج دور و دو سلام

بدلتے نہیں پر بدلتی ہیں رنگ
 جو سردی ہے تو اک دم سرد کی
 دمان فصل کی کچھ زالی ہی چال
 ادھر کا ادھر ہے برابر جواب
 کہ جوتے دمان ہر وہ آئینہ
 تو ہرگز نہ دیکھے وہ تصویر پر
 تو اپنی ہی صورت نظر آئے گی
 ہر وقت انا اللہ دمان کچھ نہیں
 کہ رہتے ہیں اربابِ حدت دمان
 اگر ہے تو اپنے یقین سے غرض
 کچھ کو نین میں فرد شہور ہے
 حدوث و قدم کا گزر ہی نہیں
 دمان سبک حاصل حیاتِ ابد
 ہر وہ مسکن قدسیانِ سر
 غدا سب کی تسبیح ربِ انام

| | |
|---|--|
| خدا کے کرم سے وہاں کیا نہیں عجب پاک بستی عجب پاک شہر اُسی شہر کا حکم ذوالجلال وہ خلاق و پروردگارِ جهان رحیم کریم قوی و تدبیر تختِ عرش پر بیٹھتا ہے | نہیں تو فقط اک تمنا نہیں کہ ہے سرسبز جانِ ادراکِ شہر وحید و واحد و آرشِ پیمبر وہ عاشق کی روح اور عالم کی جان لطیفِ خیرِ مسیحِ بصیر |
|---|--|

| | |
|--|--|
| بصارت و چشمِ حقِ یقین مسترت و نشہِ جوشِ مل منور کن عارضِ ماہِ مہر تمنا وہ قلب و رستِ جواد صفا بخشِ صبحِ ریاضِ نعیم نیارِ آسودہ دلِ عاشقان وہ اوصافِ مینِ ذاتِ مبینِ نظیر اُسے سب نے دیکھا تو بے اختیار وہ اٹھ کر گلے سے ملنے لگا | خجستہ نگارِ ادا آسودہ طراوتِ فراے لبِ برگِ گل مست کن شرفِ بامِ سپر مرادِ دلِ عاشقِ بے مراد بہارِ گلستانِ حسنِ مستدم رہ و رسمِ سازِ نہانِ عیان وہ مشہورِ آفاقِ مہرِ منیر اُٹھے حبِ حکیمِ شیخِ بادشاہ طبیعت کے مانند کھلنے لگا |
|--|--|

ہے اس درجہ گو بخودی کا اثر
مگر وقتِ خسرو منقطع
وہ شاہنشاہِ کشور لا مکان
یہ کہنے لگا ای مرے منقطع
یہاں توجہ پہنچا ہے ای باصفا
کہا اُس نے ای میرے تابے نوا
مہی نذر لایا ہے تیرا فقیر
یہ سنکر وہ سلطانِ رحمت پنا
ہے اک باغِ دولتِ کمرِ قریب
کہا مہر نے راجستہ صفت
اُسی عالمِ بخودی میں وہ مرد
اُسے ہوش تھا کب کسی بات کا
جو مفہوم کل ہو گیا دل نشین

کہ اس کی بھی اُسکو نہیں کچھ خبر
گیا سجدی میں پیش مہر منیر
امین و مبین مالکِ دو جہان
نواب تک رہا کس بلا میں اسیر
مرے واسطے لیکے آیا ہے کیا
بخیر عجز کے اور کیا تھا یہاں
پر اب جو ہو پتری رضا ای قید
اُسے لے گیا ساتھ باغِ خواہ
گئے مل کے اُس میں وہ دونوں
مغفل بیان کر تو سبے اروا
بیان کر گیا سب کا سب حالِ درد
خدا جانے کس کی زبان سے کہا
یہہ قطعہ پڑھا پیشِ اربابِ دین

قطعہ

کہ جس کا دو عالم میں جہتا ہیں

کہا ایک دنِ حشرِ پاکِ نر

ریا کار میں جتنے اجاب ہیں
 مناسبت سے اب تجربہ کر کے دیکھ
 شک نہ ہو تو مولدِ احسنِ عشق
 محبتِ عجب رازِ سرِ رب ہے
 قضا و قدر نے بھی اگر کہا
 کہیں ملے بھی کر نسلِ خاصِ عشق
 غرض دل دیا ایک دل آرام کو
 ملامتِ جفا میں اٹھائیں تمام
 نہ سستی تہیں جو کچھ وہ باتیں ہیں
 دیا تھا مجھے بھی یہ حق نے جال
 وہ کیا لائے گا تابِ برقِ نظر
 ہوا جل کے وہ رنگِ روغنِ سیا
 مراقبہ ہوا سوکھ کر جیسا خار
 تھی جس باغِ رخِ مینِ خانگی بہا

زمانے میں ایک دستِ سچا نہیں
 کہ جز حق کو ہی سپھر ٹھہرتا نہیں
 کہ اس گراں کوئی سودا نہیں
 ہر اک سے کہلے وہ مٹتا نہیں
 کہ تقدیر سے کوئی چار نہیں
 کہ یہ عام لوگوں کا رستا نہیں
 کچھ اس میں کسی کا اجار نہیں
 کہ بے اسکے چین اب بھی اصلا نہیں
 مگر ان کی کیا بھی شکوہ نہیں
 مگر پی گیا کچھ میں کہتا نہیں
 کہ اب تک کسی رہ چلن کا نہیں
 جسے دیدر جانان کا لپکا نہیں
 وہ کندن سا چہرہ دکھتا نہیں
 کوئی نخلِ یون خشک ہوتا نہیں
 وٹان نام اب تازگی کا نہیں

ہوا جیسا برباد میر جہاں سال
 سیٹا یا محبت نے اس گل کی یون
 شکستہ دلی غم سے ایسی ہوئی
 نہم آسمان ہو کہ ہو لا سکان
 مرے دل سے پوچھو کوئی عشق
 ہر اک طرح کی قابلیت بھی تھی
 بہر نفع ہر علم کا راز دان
 یہ سب بیض ہر جمست پاک کا
 ہوا عشق تو بے خودی آگئی
 شب و روز نہیں مہلتیں چند
 وہ راہی ہو جو کہ تھے علم دوست
 وہی اب یہ کہتے ہیں اشد کی شان
 عمل کے ہی طالب بہت کچھ ہوئے
 محبت کا کوچہ بہت پاک ہے
 جو ہوتی ہر تیغ و دو پیکر میل

گون کا بھی یون نکلا رتا نہیں
 کہ دھوکا بھی اب تبہ پہ میر نہیں
 کہ بار تصور بھی اٹھتا نہیں
 کہاں شور سن رہا پہونچا نہیں
 کہ حاسد بھی اس طرح جلتا نہیں
 اسی سے مفقہ کسی کا نہیں
 مقابل مرے کوئی دانا نہیں
 کہ حاصل مجھ مخبر کیا کیا نہیں
 خیال تجسّر کچھ اصلا نہیں
 مگر یہ تو گرد و ن کو بھاتا نہیں
 رہے جو انہیں شوق اسکا نہیں
 یہ پھر کیا ہو جو اسکو سو نہیں
 مگر یہ تو دستور اپنا نہیں
 وہاں دخل مطلق ریا کا نہیں
 تو جو ہر کسی طرح چپتا نہیں

مگر فیسِ محبت سے اللہ کا شکر
 بتائے بھی اوراد و چار کو
 غرض جب مقاصد ہی حاصل ہوئے
 پڑا اس صنم پر یہی اکثر نے سحر
 کیا فیضِ محبت سے ان سب کو دور
 کسی کا نہ محتاج تھا میں مگر
 یہ سزا کر وہ سزا اور عیاں

کیا پس اجباب ہر شہر میں
 یہ وہ ہیں جسے رات دن جان تھا
 کہان کی صفائی کہان کا خلوص
 بنے وقت کے ہیں یہ سارے فراق
 اٹھایا غرض دل سے سب خیال
 یہ سو چارہ ہوں ایک کا ہو کو اب
 ہے جب تک کہ دل میں تنہا وغیرہ
 اگر عشق بھی ہو تو قدرت کے ساتھ

و عا میں مرے پاس کیا کیا نہیں
 کہ ان میں کسی طرح دہو نہیں
 تو پھر کیا ہے کچھ میری پروا نہیں
 میں پھر بے باطل سو رہتا نہیں
 وہاں تک گزرا اب کسی کا نہیں
 مجھ پر استحسان کچھ تنہا نہیں
 کہ جس کا کوئی دم بھر و سائیں
 کسی نے ہی الفت سے پوچھا نہیں
 نشانی ہی کوئی اتنا نہیں
 کسی کا کوئی دوست عاشق نہیں
 جو گہرا کوئی ساتھ دیتا نہیں
 کہ خرق کسی کی تمتا نہیں
 غرض کیا وہ اپنا ہی اب نہیں
 کبھی وصل و لہار ہوتا نہیں
 کہان اس کا فطرت میں جلو نہیں

منظر ہی پیار کی پیاری رہیں
 یہ نیز نگیناں اور صنایع ان
 یہ کہ در دست قدرت کے ہیں یادگار
 مکر و کے وہ ذات حس بات سے
 مذاہن اور امر کی پابندیاں
 یہ سمجھا نہ ہو چا میں محبت کے پال
 نہ دنیا کی خواہش خودین کی ہو
 لے وہ تو اب محبت کو ملا
 وہ میرے معاصی وہ میرے عیب
 جو دیکھے تو رحمت سے کی پر نظر
 محسن میں ہر طرح کا مل کیا
 کیا خامی رحمت پہر بنیظیر
 مجھے جو دیا وہ دیا بے ریا
 کہا مجھ سے کہوں تجھ پر کر لیا
 ذرا غور سے دیکھ حالِ جہاں

کہ ہر شے میں کب نور اسکا نہیں
 ان آثار قدرت میں کیا کیا نہیں
 نہ چاہیں نہیں ہم یہ زیا نہیں
 خلاف اس کے ہو کچھ یہ چاہ نہیں
 تو اس سے کوئی بڑھ سکے رہتا نہیں
 بلا نصیب اس کو کیا کیا نہیں
 جو دیکھا تو جز حق کچھ سلا نہیں
 بہر حال اب کچھ ہی شکوہ نہیں
 کہ یوں حال اتنے کسی کا نہیں
 اب ادن کا گمان تک ہی صلا نہیں
 بچھے کون سا حسن بچھا نہیں
 کوئی دوست ایسا کیسا نہیں
 غرض ان کی کچھ اس میں حقا نہیں
 کہ کوئی محبت کا پورا نہیں
 کہ یہ جاگیر و متا شا نہیں

| | |
|-------------------------------|------------------------------|
| یہ سب نیت میں ہیں ہر کانہیں | میں جتنے کہ آثارِ سہتی عیان |
| کسی کا یہ جُز تیرے حصہ نہیں | محبت اگر ہے تو ہو بے ریا |
| کوئی پاؤں اس دھ میں ہر تانہیں | بہت سخت ہے اُلفت بے ریا |
| ترے حال پر لطف کیا کیا نہیں | سوا ب کو تیرے میں سمجھا نہیں |
| تو شک اس کو کچھ اس میں جانہیں | جسے میرے اقوال پر ہے یقین |

کہ وہ کہتا ہے کہ

سُنی اس میں تیرے نہیں

| | |
|---------------------------------|-------------------------------|
| کہ ان کو خدا پر بھروسہ نہیں | کہ بچپن و اہل ہوس میں کبھی |
| غرض اور کچھ ان کو حاشا نہیں | یہ اپنے ہی مطلقے سب یار ہیں |
| یہ ظاہر ہے کچھ اس میں اخفا نہیں | بچے خود ہو اُختبر بے اس کا اب |

میں راحت کے سب سے اہم فیض

نصیب میں کوئی کیسا نہیں

| | |
|---------------------------------|--------------------------------|
| کہ مجھ پر عیان تھا یہ رازِ نہان | کیا مہر نے سن کو سب استہان |
| کہ یہ بید ہو سب پر اب آشکار | مگر مصلحت ہے یہی اے نگار |
| تو لکھ سارے قصے کو با آبِ زر | نہ تالو گِ بھگین ادھر اور ادھر |

| | |
|------------------------------|------------------------------|
| یہ قصہ ہند اپنی ہی دید ہے | سپراغِ رومیش جاوید ہے |
| طلب کر کے فوراً دوات و قلم | کیا قصہ عشق اس نے رقم |
| ہوا پڑھ کے خوش مہرِ عالی کا | گلے سے لگایا اسے بار بار |
| یاما اس یون بات کی بات میں | کہہ دو نون ہو وصل اکِ دایم |
| تعلین کا پردہ اٹھا جب دمان | تو کوئی نہ حاجب رہا درمیان |
| تمیز و تعداد کے بھڑے مغات | یہاں تک نہ باقی تھی قید ذات |
| جوائے اراکینِ دولت تمام | پڑا مجھ نے رخِ خستہ کلام |
| بامزار کہنے لگا پھر وہ شاہ | کہ اردو میں ہے یہ کلامِ آہ |
| پڑ ہے جو سمجھ کر اسے ایک بار | تو ہوجہ ولی صاحبِ اختیار |
| کہا سب نے صدقت یا شاہِ دین | جسے شک ہو زندیق ہو بائین |
| مگر اس کی تاریخ بھی ہنسور | کہ تا یہ رہے یاد گار حضور |
| ہوا یون گہرِ ریشاہِ امین | کوئی قطعہ لکھ دے تو ایڑہ چین |

قطعہ

| | |
|------------------------------------|-------------------------------------|
| حَقِّ مُحَمَّدٍ دَدِیمِ کَرِیمِ | بمِشَدِ هُوَ هَادِی الضَّالِّینِ |
| جَعَلَنِی اللہِ عَدِیمِ النَّظِیرِ | وَلِی دَائِمًا فِی مُرَادِی مُعِینِ |

| | |
|--------------------------------------|--|
| وَلَا كَرِيهًا أَيْهَا الْعَاشِقُونَ | أَهْرَبْتُ بِأَرْوَسَانِ مَتِينِ |
| كَبَيْتُ كِنَا بَارَكَ بَقَعَا | دَلِيلًا لِي الْخَيْرِ فِي كُلِّ حِينِ |

| | | |
|-----------|--|-----|
| بمصدق حسن | فَإِنْ يَسْأَلُونِي أَقُولُ سَنَهُ هُوَ اللَّهُ هَذَا كِتَابِي مَتِينِ سنة ۱۲۷۰ ہجری | نیم |
|-----------|--|-----|

سنة ۱۲۷۰ ہجری قمری

اشعار

یونکہ اس کتاب کی سرور گوشت نگاشید و گوشت نظام میں باضابطہ لکھی ہو چکی ہے اور سارے حقوق محفوظ ہیں لہذا کوئی ضابطہ باضابطہ تحریری اجازت مصنف عالیجناب قصید طبع نہ فرمائیں اور جس کتاب پر محدود و مستحظ شریف مصنف عالیجناب سلمہ اللہ الوداع کے نہ ہوں وہ مال مسروقہ محض

المستحق
محمد خان مالک مطبع
صاحب دکن

